ماہنامہ

پاک جمہوریت

لاہور

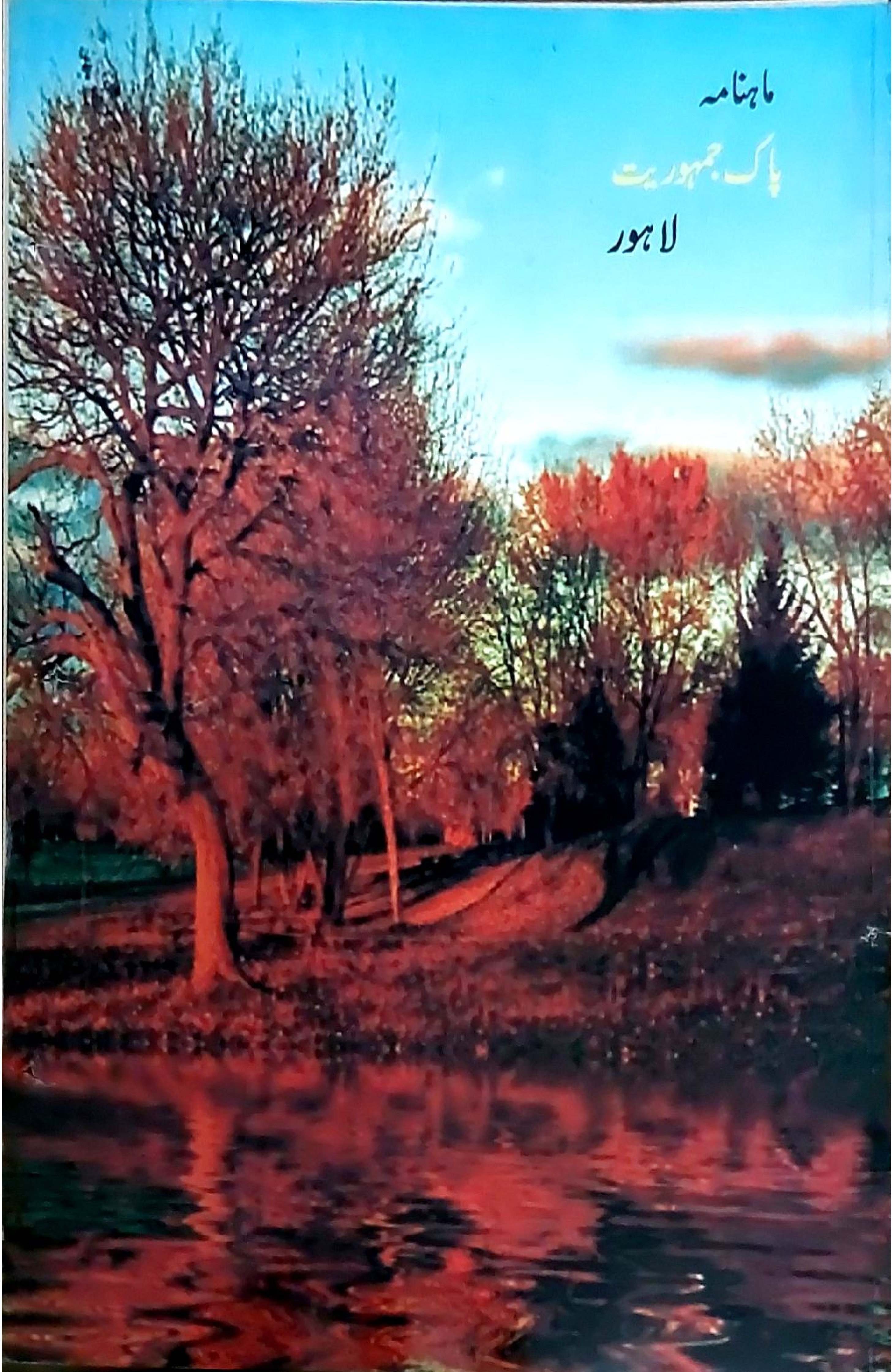

ایوان نمائندگان
تفصیلات اندرونی صفحات پر

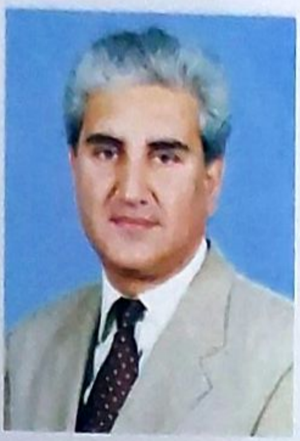

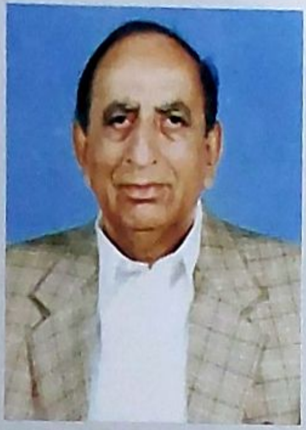

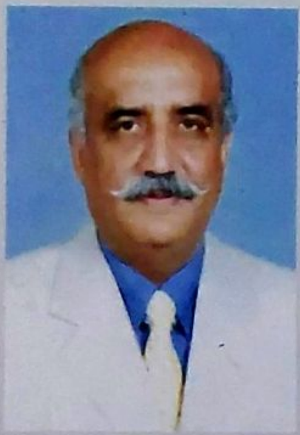

رفاروق احمد خان لغاری

محمد اعجاز الحق

سید نوید قمر

مخدوم شاہ محمود قریشی

ردار محمد یعقوب ناصر

محمد پرویز ملک

ہدری انور علی چیمہ

محمد طاہر شاہ

راجہ نادر پرویز

رفعت جاوید کاہلوں

د خورشید احمد شاہ

ماہنامہ

پاک جمہوریت

لاہور

ادارہ مطبوعات پاکستان

نگران اعلیٰ میاں شفیع الدین

نگران پیرزادہ حبیب الرحمٰن زکوڑی

مدیر اعلیٰ پروین ملک

انتظام: ارم ظفر

ریجنل پبلی کیشنز آفس

ڈائریکٹوریٹ آف فلمز اینڈ پبلیکیشنز

32-A حبیب اللہ روڈ

لاہور

فون 042-6305316 , 042-6305906

جولائی 2004

قیمت عام شمارہ 10 روپے

زرسالانہ 100 روپے

حکومت پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

جلد 45 شمارہ نمبر 7 رجسٹرڈ نمبر LRL 82

تزئین: محمد یونس کمپوزنگ: محمد یونس، محمد ناصر، نصرت جہاں

ادارہ مطبوعات پاکستان نے فریدیہ آرٹ پریس انٹرنیشنل چوک سردار چپل لاہور سے چھپوا کر 32-A حبیب اللہ روڈ لاہور سے شائع کیا

ترتیب

جولائی 2004ء

حمد	نبیل احمد نبیل	۳
نعت	ڈاکٹر عثمان صدیقی	۳
اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ	پروفیسر حفیظ الرحمان بغدادی	۴
سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ	زاہد حسن	۷
ضلعی حکومتوں کا نظام فوائد و ثمرات	رشید احمد	۱۴
خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کرنے کا کنونشن	وزارت انصاف	۱۶
پاکستان کونسل برائے تحقیقات آبی وسائل	ڈاکٹر محمد اکرم کاہلوں	۲۷
ملک اعتبار خان ناظم یونین کونسل تراپ	محمد صابرین	۳۲
منیارٹی رائٹس کمیشن آف پاکستان		۳۴
باہمت نوجوان افتخار سلہری	محمد نعیم مرتضیٰ	۳۶
کمپیوٹر کی ابتدائی تاریخ	عائزہ قاضی	۴۱
چڑیا کا شکوہ	محیط اسماعیل	۴۲
کلیڈیم		۴۵
جرائم کنٹرول کے لئے کمپیوٹر کا کامیاب استعمال	محمد سہیل قیصر ہاشمی	۴۴
یہ مسافر لوگ	عبدالقادر جونیجو	۵۰
ہمت کرے انسان	مختار آزاد	۵۳
ماحولیاتی انحطاط اور غربت	علی عمران آفاقی	۵۷
گھر کا سکون	ڈاکٹر سلمیٰ ممتاز	۶۰
کچھ مزے دار	نسرین اختر	۶۳
شگوفے	مبین یونس	۶۴

سرورق : افتخار اعوان

نبیل احمد نبیل

حمد

سجدے میں جو پیشانی ہے اب رشکِ قمر کر
تُو قادر و قیوم ہے رحمت کی نظر کر

تجھ کو ہی پکارا ہے سدا خالق و مالک
انجام سے ڈر کر کبھی حالات سے ڈر کر

کفار نے ڈھائے ہیں ستم اہلِ وفا پر
ظلمات کی اس رات کو اب نورِ سحر کر

ہوتی ہے مسلمانوں پہ بارود کی بارش
کیسی یہ سزا پائی ہے اُمت نے بکھر کر

مانا کہ سفر میں ہیں تکالیف کے کانٹے
پھولوں کی تمنا ہے تو طیبہ کا سفر کر

گزرے تھے جہاں سے ترے ذیشان پیمبر
اب میرے مقدر میں بھی وہ راہ گزر کر

ڈاکٹر عثمان صدیقی

نعت

میں سجدہ کروں یا کہ دل کو سنبھالوں
محمد ﷺ کی چوکھٹ نظر آ رہی ہے
اِسی بے خودی میں کہیں کھو نہ جاؤں
تڑپ کملی والے کی تڑپا رہی ہے
دو عالم کا داتا میرے سامنے ہے
کہ کعبے کا کعبہ میرے سامنے ہے
ادا کیوں نہ فرضِ محبت کروں میں
خدا کی خدائی جُھکی جا رہی ہے
گلے میں ہیں زلفیں تو نیچی نگاہیں
نظر چومتی ہے مدینے کی راہیں
فرشتے بھی بڑھ کر قدم چومتے ہیں
محمد ﷺ کی چوکھٹ نظر آ رہی ہے
فقیری کا مجھ میں نہیں ہے سلیقہ
نہ آتا ہے کچھ مانگنے کا طریقہ
اِدھر بھی نگاہِ کرم یا محمد ﷺ
زمانے کی جھولی بھری جا رہی ہے
فرشتو سرِ راہ آنکھیں بچھا دو
اُٹھو بہرِ تعظیم سر کو جھکا دو

اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

پروفیسر حفیظ الرحمٰن بغدادی

نام خدیجہؓ

لقب طاہرہ

والد کا نام خویلد

والدہ کا نام فاطمہ

تاریخ پیدائش

عام الفیل سے پندرہ سال قبل ۵۵۵ء میں پیدا ہوئیں۔

ابتدائی حالات

حضرت خدیجہؓ بچپن ہی سے نہایت نیک اور شریف الطبع تھیں۔ جب سن شعور کو پہنچیں تو نہایت سنجیدہ اور ذہین خواتین میں شمار ہونے لگا۔ آپ کے والد محترم ایک بہترین تاجر تھے وہ نہ صرف اپنے قبیلے میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے بلکہ اپنی خوش معاملگی اور دیانت داری کی بدولت تمام قریش میں بے حد ہر دل عزیز اور محترم مانے جاتے تھے۔ آپ کے والد نے اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے اپنی وسیع تجارت کے انتظامات اپنی عاقلہ اور نہایت ذہین لختِ جگر کے سپرد کر دیئے تھے اور خود گوشہ نشین ہو گئے۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنا کاروبار نہایت احسن طریقہ سے جاری رکھا اس وقت ان کی تجارت وسیع پیمانے پر ہو رہی تھی۔ شام و یمن تک ان کا کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ اس کاروبار کو چلانے کے لئے انہوں نے باقاعدہ عملہ رکھا ہوا تھا جو کہ متعدد ملازموں اور غلاموں پر مشتمل تھا جنہیں باقاعدہ تنخواہیں دی جاتی تھیں۔

آپ کی تدبیر اور دیانت داری کی بدولت ان کی تجارت دن بہ دن ترقی کر رہی تھی اور ان کی نظریں ایسے شخص کی متلاشی تھیں جو بے حد ذہین اور دیانت دار ہو تا کہ وہ اپنے ملازمین کو ان کی سرکردگی میں مالِ تجارت دے کر قافلوں کے ہمراہ بیرونِ شہر بھیجا کریں۔

یہ وہ دور تھا جب حضور ﷺ کے پاکیزہ اخلاق اور اعلیٰ صفات کا چرچا مکہ کے گھر گھر میں ہو رہا تھا اور آپ ﷺ عالمِ شباب میں تھے۔ ساری قوم میں امین اور صادق کے نام سے یاد کئے جاتے تھے یہ ناممکن تھا کہ حضرت خدیجہؓ کے کانوں میں اس عظیم ہستی حضرت محمد ﷺ کی اوصافِ حمیدہ کی خبر نہ پہنچی ہو۔ ان کو اپنی تجارت کی نگرانی کے لئے ایسی ہی ہمہ صفت شخصیت کی تلاش تھی۔ انہوں نے حضور ﷺ کو پیغام پہنچایا کہ اگر آپ ﷺ میرا مال شام لے کر جایا کریں تو دوسرے لوگوں سے زیادہ معاوضہ آپ ﷺ کو دوں گی۔

آپ ﷺ ان دنوں اپنے چچا حضرت ابو طالب کی سرپرستی میں تھے۔ آپ ﷺ کو وقتاً فوقتاً حضرت خدیجہؓ کی تجارت کا حال معلوم ہوتا رہتا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے اس پیغام کو قبول فرمالیا تھا

آپ ﷺ تجارت کا مال لے کر بصرہ کی جانب چلے۔ چلتے وقت حضرت خدیجہؓ نے اپنا غلام خاص میسرہ آپ ﷺ کے ساتھ کر دیا اور اس کو تاکید کی کہ راستہ میں آپ ﷺ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

سرکار دو جہاں ﷺ کی دیانت اور سلیقہ شعاری کی بدولت تمام سامان دوگنے منافع میں فروخت ہو گیا، اور راستہ میں آپ ﷺ نے اپنے ہم سفروں کے ساتھ انتہائی اچھا سلوک کیا کہ ہر ایک آپ ﷺ کا مداح بلکہ جانثار بن گیا۔ جب قافلہ مکہ واپس آیا اور حضرت خدیجہؓ کو میسرہ کی زبانی سفر کے حالات اور منافع کی تفصیلات معلوم ہوئیں تو آپؓ نے اپنی سہیلی حضرت نفیسہؓ کی معرفت حضور ﷺ کو پیغام نکاح دیا۔

حضور ﷺ کے راضی ہونے پر حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد اور سرکار دو جہاں ﷺ کی طرف سے آپ کے چچا ابو طالب سرپرست بنے۔ بعد ازاں آپ ﷺ اپنے چچا حضرت ابو طالب اور اکابر خاندان کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کے گھر تشریف لائے۔ حضرت ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھایا اور حق مہر ۵۰۰ درہم طلائی مقرر ہوا۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

حضور ﷺ کے ساتھ نکاح کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تقریباً ۲۵ سال تک آپ کی رفاقت میں رہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ہر قسم کے روح فرسا مصائب کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور حضور ﷺ کی رفاقت اور جانثاری کا حق ادا کر دیا۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ چالیس سال ہوئی تو آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا آپ ﷺ پر سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ جنہوں نے آپ ﷺ کو اللہ کا رسول مانا۔ پھر فرمایا آپ ﷺ ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور غریبوں کی دستگیری کرتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ دکھیاروں کی خبر گیری کرتے ہیں' اللہ آپ ﷺ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ ان الفاظ نے آپ ﷺ کو حوصلہ دیا۔

تاریخ دان لکھتے ہیں، کہ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام حضرت خدیجہؓ نے قبول کیا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں' لیکن اسے وسیع نظر سے دیکھا جائے تو اسلام قبول کرنے والے مرد و زن اور غلاموں میں سب سے پہلے جس نے اسلام کو بغیر لیت ولعل اور بغیر کسی دلیل کے قبول کیا وہ نام مبارک حضرت خدیجہؓ کا ہی آتا ہے۔ اسلام آہستہ آہستہ لوگوں تک پہنچنا شروع ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کو اسلام کی وسعت پزیری سے بے حد مسرت ہوتی تھی۔ وہ اپنے غیر مسلم عزیز و اقارب کی پروا کئے بغیر اپنے آپ کو حضور ﷺ کا دست و بازو ثابت کر رہی تھیں۔ انہوں نے اپنا تمام مال و زر اسلام پر نثار کر دیا تھا۔ اپنی تمام دولت یتیموں بیواؤں محتاجوں اور بے کسوں کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

سرکار دو عالم ﷺ سے حضرت خدیجہؓ کی عقیدت اور محبت کی یہ کیفیت تھی کہ بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا انہوں نے اس کی پُر زور تائید و تصدیق کی۔ آپ ﷺ کو بھی حضرت خدیجہؓ سے بے حد عقیدت تھی۔ آپ ﷺ ہمیشہ خدیجہؓ کی تعریف و تحسین فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ کے مناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ۴ بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے حضور ﷺ کی آل کا سلسلہ بھی حضرت خدیجہؓ ہی سے جاری ہے' یعنی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے یہ سلسلہ جاری ہے اور حضرت فاطمہؓ

حضرت خدیجہؓ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں اور حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی والدہ محترمہ تھیں۔ جب تک حضرت خدیجہؓ حیات رہیں حضور ﷺ نے عقدِ ثانی نہیں فرمایا۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب بھی قربانی کرتے تو سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے اور بعد میں کسی اور کو دیتے۔ حضرت خدیجہؓ کا کوئی رشتہ دار جب کبھی آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ اس کی بے حد خاطر و مدارت فرماتے تھے۔

وفات

شعب ابی طالب کا ظالمانہ محاصرہ کا خاتمہ ہوا تو اس کے بعد آپؓ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ان کے علاج و معالجہ اور تسکین و تشفی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، لیکن بیماری بڑھتی گئی۔ بالآخر آپؓ ۱۱ رمضان المبارک ۱۰ نبوی کو رحلت فرما گئیں اور مکہ کے قبرستان "حجون" میں مدفون ہوئیں۔ اس وقت آپؓ کی عمر ۶۵ برس تھی۔

اولاد

آپؓ کی چار بیٹیاں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ حضرت فاطمہ اور آپؓ کے دو بیٹے حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ جو کہ کم سنی میں انتقال فرما گئے تھے۔

☆☆☆☆

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ

زاہد حسن

حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

''عرفانِ حق اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کامل عشق تمام رسوم وراہ سے آگہی حاصل کر لیتا ہے۔ پھر عشق کی راہ میں اس کا جن کیفیات اور واردات سے سامنا ہوتا ہے وہ ان کو اپنے لیے سوزِ باطن کا وسیلہ کرتا ہے اور آگہی اور عرفان کی نئی نئی منازل طے کرتا ہے۔''

معرفتِ حق کے اس جلیل القدر صوفی کی ولادتِ باسعادت ۱۰۳۹ ہجری 630ء کو شورکوٹ میں ہوئی۔ آپ کے والدِ ماجد کا نام محمد بازید تھا جو قرآن، فقہ، حدیث اور شریعت وطریقت کے عالم تھے۔

آپ نے اپنی تصنیف ''عین الفقر'' میں اپنے نام کی نسبت سے اپنی والدۂ ماجدہ کی شکرگزاری ادا کی کہ انہوں نے آپ کو ''باہو'' جیسے نام سے نوازا۔ لیکن بعدازاں آپ نے اپنی ہر کتاب میں اپنے آپ کو ''فقیر باہو'' کے نام سے لکھا اور یاد کیا ہے۔

کتاب ''مناقب سلطانی'' کے لکھنے والے آپ کا پورا نام ''سلطان باہو'' بتاتے ہیں۔ کئی ایک کتابوں میں آپ کا اسمِ گرامی ''محمد باہو'' اور ''سلطان باہو'' بھی ملتا ہے۔

تاہم ''باہو'' نام ایسا ہے جو آپ کی اکثر نثری تصنیفات میں تو ملتا ہی ہے، آپ کے جملہ ابیات میں بھی اسی نام کی گونج سنائی دیتی ہے۔ منازلِ معرفت طے کرنے، عظمتِ فقر حاصل کرنے کے سبب آپ کا لقب ''سلطان باہوؒ'' پڑ گیا۔ جو آج آپ کے نام کا جزوِ لازم ہے۔

آپ کے آباؤاجداد کا تعلق وادیٔ سُون کے مشہور قبیلہ اعوان سے ہے۔ روایت ہے کہ یہ قبیلہ حجاز سے ہرات کے راستہ کالا باغ اور سون سکیسر میں وارد ہوا۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے جا ملتا ہے۔ اسی نسبت سے آپ ہاشمی علوی ہیں۔

آپ کے اپنے قول اور روایات معلومہ کے مطابق آپ نے کسی درس گاہ سے علم حاصل نہیں کیا، بلکہ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ مادرزاد ولی کامل تھے۔ آپ پر خدائے بزرگ وبرتر کا خاص کرم تھا۔ جس کی برکت سے آپ حافظِ قرآن، حافظِ حدیث ہونے کے علاوہ علومِ فقہ وتصوف اور قانون و منطق وفلسفہ پر قدرتِ کاملہ رکھتے تھے۔ اس کا اظہار ان کی بلند پایہ تصانیف ہیں اور پھر ان کے ابیات میں وحدت الوجودی فلسفے کی گونج اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ صوفیِ عصر اور درویشِ زمانہ تھے۔ آپ کو روحانی اور باطنی علوم کا فیضِ بے پایاں آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکت سے حاصل ہوا۔ جبکہ حضرت مخدوم سید موسیٰ شاہ جیلانیؒ کو آپ نے اپنا مرشدِ کامل بتایا ہے۔ آپ کے مرشد آپ کے باطنی کشف کا وسیلہ بنے۔

وحدت الوجودی اور حقیقت حق کی اطلاع آپ اپنے ''رسالہ روحی'' میں یوں دیتے ہیں:

شد اجازت باہوؒ را از مصطفیٰ ؐ
خلق تلقین بکُن بہر خُدائی
دست بیعت کرد مارا مصطفیٰ ؐ
فرزند خود خواندست مارا مجتبیٰ ؐ

مناقبِ سلطانی کے مؤلف نے آپ کی ظاہری بیعت حضرت پیر عبدالرحمن دہلوی گیلانیؒ سے منسوب کی ہے۔ان بزرگانِ دین کی چشم رحمت کا فیض ہی ہے جو آپ کی تالیفات نثر اور ابیات کی شکل میں آج بھی جاری ہے۔جنہیں پڑھ کر اور سن کر آج بھی اہلِ دل آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔آپ نہ صرف احادیث نبویؐ اور قرآنی علوم پر توجہ فرمایا کرتے تھے بلکہ علاوہ اس کے بیشتر اکابرین دین اور صوفیائے کرام کی تصنیفات کا بھی اکثر مطالعہ کیا کرتے تھے۔جن اکابرین اور صوفیائے کرام کی تصنیفات آپ کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت امام غزالیؒ، حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ، حضرت جلال الدین رومیؒ، حضرت ابوسعید خزریؒ، حضرت شمس تبریزیؒ، حضرت فرید الدین عطارؒ، حضرت مصلح الدین سعدی شیرازیؒ، حضرت شمس الدین حافظ شیرازیؒ، حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت شاہ رُکنِ عالمؒ، مولانا نظامی گنجویؒ، حضرت مرغوب تبریزیؒ، حضرت شفیق بلخیؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت رابعہ بصریؒ، حضرت امام اعظمؒ، حضرت مخدوم جہانیاںؒ، حضرت ابوبکر واسطیؒ، حضرت عبداللہ انصاریؒ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت خاقانیؒ، حضرت صائب تبریزیؒ۔یہ تو چندوہ نام ہیں جو مسلسل آپ کے زیرِ مطالعہ رہے، جن کی زندگی اور جن کی فکر سے آپ فیض حاصل کرتے رہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی طبیعت میں فقہ، فلسفہ اور تصوف کے علوم کا مطالعہ اور اس پر غور وفکر شامل تھا۔اس لیے آپ قدیم و جدید فلسفے اور یونان کے حکماء و دانا فلسفیوں کی سوچ کو اپنی گفتگو اور زندگی میں شامل رکھتے تھے۔روشنی اور نور کے اس سلسلے کو آپ نے اپنی تصنیفات میں بھی جاری وساری رکھا۔

عربی اور فارسی زبانوں پر عبور ہونے کے باعث ان کے بارے میں یہ بات قطعاً نہیں کہی جاسکتی کہ آپ ظاہری علوم سے بے بہرہ تھے۔ بلکہ ان کی تصنیفات کی طویل فہرست جو عربی، فارسی اور پنجابی زبانوں میں موجود ہے، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں نہ صرف اپنے عہد کی علمی زبانوں پر عبور تھا بلکہ وہ مذہبی علوم سے فیض یاب بھی ہوئے تھے۔ جہاں تک باطنی علوم کے حصول کا تعلق ہے سلطان باہو نے اس سلسلے میں شروع شروع میں اپنی والدہ بی بی راستی سے اکتساب کیا۔کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ محترمہ سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ وہ انہیں اپنا مرید بنا لیں۔لیکن چونکہ اسلام میں خواتین کو روحانی رہنما کے لیے موزوں نہیں سمجھا جاتا اس لیے انہوں نے انکار کر دیا اور بیٹے کو کسی مرشدِ کامل کو ڈھونڈنے کا مشورہ دیا۔اس پر سلطان باہوؒ یہ جستجو اپنی روح میں بسائے نکل پڑے۔ یہ تلاش انہیں شور کوٹ کے جنوب میں گڑھ بغداد نام کے گاؤں میں لے گئی، جہاں سلسلۂ قادریہ کے ایک بزرگ شاہ حبیب اللہ قادری مقیم تھے۔سلطان باہوؒ ان کے حلقۂ عقیدت میں شامل ہو گئے۔لیکن جستجو کا عالم یہ تھا کہ مرید نے روحانی منازل اس قدر تیزی سے طے کیں کہ وہ اپنے مرشد سے بھی آگے نکل گئے۔یہ دیکھ کر اس ولی نیک طینت مرشد نے انہیں اپنے مرشد کامل پیر سید عبدالرحمن کی

جانب رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ زندگی کے فانی ہونے کے فلسفے پر کامل یقین رکھتے تھے۔ یہی شیوہ ان کی شاعری میں ملتا ہے اور یہی شیوہ ان کی زندگی کا حاصل نظر آتا ہے۔ یہ بات انہوں نے انسانی زندگی کو پانی میں بتاشے کی صورت قرار دے کر، اس کی مثال دے کر واضح کیا ہے تو نام کی بے حیثیتی اپنے ایک فارسی شعر میں یوں بیان فرمایا ہے۔

نام باہو مادر باہو نہاد
زانکہ باہو دائمی باہو نہاد

اور ''ہُو'' کی رمز جس قدر سلطان باہوؒ نے پہچانی، اس کی دوسری مثال نہیں ملتی آپ نے اپنی پنجابی شاعری کے ہر مصرعہ کی اخیر ''ہُو'' پر کی اور یہی سچائی ہے کہ انسان کی آخری منزل اس کی زندگی کا حاصل ذاتِ وحدہٗ لاشریک ہے۔ شاید اسی لئے سلطان باہوؒ نے اپنی شاعری کے ہر مصرعہ کی انتہا ''ہُو'' پر کی ہے اور شاید اسی سبب آپ کو عارفوں میں سلطان العارفین اور فقراء میں سلطان الفقراء کا مقام حاصل ہوا۔ آپ نے اپنی ابتدائی زندگی ہی میں محمدی فقر اختیار کیا اور سادہ زندگی بسر کی۔ شروع میں کسان بن کر زمین داری کا متبرک پیشہ اختیار کیا۔ صوفیانہ قناعت کیساتھ جیون بسر کیا اور دنیا داری ترک کردی۔ یہاں تک کہ اپنے والد ماجد کی جاگیر، مال و دولت ضرورت مند غرباء میں تقسیم کردی اور خود ذکر و فکر میں مصروف ہوگئے۔

تصنیف ''مناقب سلطانی'' کے مولف کے مطابق آپ نے تقریباً ایک سو چالیس کتابیں لکھیں۔ لیکن اب ''ابیات باہوؒ'' کے علاوہ آپ کی صرف درج ذیل کتابیں ملتی ہیں (۱) تیغ برہنہ (۲) گنج الاسرار (۳) کلید التوحید (۴) محبت الاسرار (۵) مجالستہ النبیؐ (۶) اورنگ شاہی (۷) رسالہ روحی (۸) امیر الکونین (۹) محک الفقراء خورد (۱۰) محک الفقراء کلاں (۱۱) کشف الاسرار (۱۲) محبت الاسرار (۱۳) فضل اللقاء (۱۴) توفیق الہدایت (۱۵) طرفتہ العین (۱۶) نور الہدیٰ کلاں (۱۷) کلیدِ جنت (۱۸) جامع الاسرار (۱۹) محکم الفقراء (۲۰) مفتاح العارفین (۲۱) اسرار ِ قادری (۲۲) عین الفقر (۲۳) عقلِ بیدار (۲۴) قربِ دیدار (۲۵) نور الہدیٰ خورد (۲۶) شمس العارفین۔

یہ آخر الذکر کتاب دراصل سلطان العارفین کی مختلف کتب سے اخذ کر کے مختلف ابواب کی صورت میں ترتیب دی گئی ہے اور اب آپ کی تصنیف سے مشہور ہے۔ ان جملہ تصانیف میں تصوف و عشق الٰہی اور فقرِ کامل کے نقوش ملتے ہیں۔ یہ بھی تصانیف فارسی زبان میں تحریر فرمائیں۔

مناقب سلطانی اور شمس العارفین سے آپ کی چند ایسی تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں جو نایاب ہیں۔ مثال کے طور پر (۱) مجموع الفضل (۲) عین العما (۳) تلمیذ الرحمن (۴) قطب الاقطاب (۵) شمس العاشقین۔

طریقت و سلوک کی منزلوں کے اس عظیم مسافر کی جملہ تصانیف توحید، فقر، تصوف اور درویشی کی تعلیم دیتی ہیں اور سچے سالکوں کو ایک مرشدِ کامل کی طرح ہدایت اور رہنمائی فراہم کرتی ہیں...... اور سچائی ہے بھی یہی کہ عاشقانِ صادق کی زندگی اور ان کے افکار مستقبل کے لیے روشن چراغوں کا کام دیتے ہیں۔ یہی کچھ حضرت سلطان باہوؒ کے بارے میں کہا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ دلچسپ حیثیت رکھتا ہے۔

جب آپ سید عبدالرحمٰن سے ملنے دہلی پہنچے، یہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت کا واقعہ ہے۔ چونکہ آپ کا تعلق قادری سلسلہ سے تھا، جو دارا شکوہ کے حوالے سے عالمگیری تشدد کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان باہوؒ کی سلطنت میں موجودگی کو شک کی نظروں سے دیکھا گیا ہوگا۔ اس

حوالے سے ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن لکھتی ہیں کہ عالمگیر ان کے بارے میں اطلاعات منگواتا رہتا تھا۔ بعض دوسری روایات سے بھی اس بات کی سند ملتی ہے۔ سلطان حامد نے ''مناقب سلطانی'' میں ایک واقعہ درج کیا ہے۔ جس سے اندازاہ ہوتا ہے کہ عالمگیر اور سلطان باہوؒ کے درمیان تضادات پیدا ہو گئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب سلطان باہوؒ نے سید عبدالرحمٰن قادری سے فیض حاصل کر لیا تو انہوں نے خیال کیا کہ اب حاصل شدہ دولت کو لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔ اتفاق سے اس وقت دہلی کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ہو رہی تھی اورنگ زیب عالمگیر ارکانِ دولت سمیت وہاں موجود تھا۔ اس وقت مسجد میں اس قدر بھیڑ تھی کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اس لیے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ، سب سے پیچھے جہاں جوتیاں رکھتے ہیں، کھڑے ہوئے اور جب آپ نے توجہ کی تو تمام مسجد میں شور اور وجد ہو گیا۔ وہاں صرف تین آدمی یعنی اورنگ زیب بادشاہ، قاضی اور کوتوال جذبہ کی تاثیر اور نگاہ کے اثر سے غیر محفوظ رہے اور محجوب رہے، انہوں نے دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ ولی اللہ! مردِ خدا! ہمارا کیا گناہ اور ہماری کیا تقصیر کہ ہمیں اس نعمت سے محروم رکھا اور توجہ نہ دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو توجہ یکساں کی تھی۔ تم پر اس واسطے اثر نہیں ہوا کہ تمہارے دل سخت تھے۔ انہوں نے پھر دست بستہ ہو کر فیض کے لیے التجا کی تو آپ نے فرمایا کہ اس کے لیے یہ شرائط ہیں کہ تم اور تمہاری اولاد ہماری اولاد اور پسماندگان کے لیے دنیاوی اموال کے متاع کی مروت نہ کریں، اور ہمارے مکان پر نہ آئیں تا کہ تمہارے دنیاوی اموال کے سبب ہمارے عیالؒ و اولاد میں دنیاوی جھگڑے اور فساد نہ پڑ جائیں۔ آپ نے اورنگ زیب سے یہ اقرار لے کر ان پر توجہ کی اور خاص فیض تک پہنچایا اور بعد ازاں وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا۔ اورنگ زیب نے آپ کی یادگار کے لیے التجاء کی تو آپ نے وہیں کھڑے کھڑے کتاب اورنگ زیب عالمگیر شاہی تالیف فرمائی۔ جسے شاہی محرروں نے اسی وقت لکھ لیا اور اس ارشاد نامہ کو بطور یادگار رکھا۔ آپ اسی وقت لوٹ آئے۔

اس حوالے سے یہ روایت بہت حد تک مصدقہ نظر آتی ہے لیکن اگر اس میں صداقت کا کوئی عنصر ہے تو وہ یہی ہو سکتا ہے کہ قیامِ دہلی کے دوران آپ کے خود شہنشاہِ ہند یا اس کے اہل کاروں کے ساتھ تضادات پیدا ہوئے تھے۔ غالباً دہلی سے واپسی کا سبب بھی یہی تھا۔

آپ کی شاعری تصوف کے رنگ میں رنگی اور نعرۂ وحدت کے رس میں رچی ہے۔ آپ نے اپنی شاعری میں تصوف کے مسائل کو ایک راہِ حق کے عاشقِ صادق کے طور پر بیان کیا ہے۔ آپ کی شاعری کا بنیادی پیغام اصلاحِ نفس ہے۔ آپ اپنی شاعری میں خود شناسی اور خداشناسی کی تلقین فرماتے ہیں۔ دنیا میں سچائی اور ثابت قدمی کے ساتھ رہنا مردِ درویش کی بنیادی صفات بتاتے ہیں۔ علم وہ جو عمل کا آئینہ دار ہو اور عالم وہ جو علم و ہنر کی وقعت، اس کی حیثیت کا پہچاننے والا ہو۔ حضرت سلطان باہو جو لوگ علم و ہنر کی وقعت کے قائل نہیں، ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''علم اور عالم کا دشمن تین قسموں سے بھرا ہوتا ہے۔ کافر ہوتا ہے، یا فاسق یا جاہل اور فقر کا دشمن بھی۔ اسی طرح حاسد ہوتا ہے یا منافق یا کاذب، غافل مردہ دل۔

اور جاہل کے بارے میں فرماتے ہیں:

۱: جاہل کافر جو کلمہ طیبہ نہ پڑھے۔

۲: وہ جاہل جو اللہ تعالیٰ کو ظاہر و باطن حاضر و ناظر نہ جانے۔

۳: وہ جاہل جو کمینی دنیا کا پرستار اور اپنی خودی

میں مست ہو۔

فرمانِ خداوندی ہے:

ترجمہ:

''اے میرے حبیبؐ بتادو کہ دنیا کا سرمایہ قلیل ہے۔''

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں:

''دنیا کا ذکر بالکل شیطانی بات ہے۔ نفس شیطان ہے اور دنیا لٹیری۔ روپیہ پیسہ سے دوستی وہی رکھتا ہے جو خدا کا دشمن ہو۔ دنیا سراسر شرک ہے اور ریا کار لوگ کفر و غرور میں ہیں۔ دنیا دار آدمی مفلس ہے اور گھٹیا سے مال کا طالب ہے۔ دنیا کا مکان بخیل کا گھر ہے جو شخص ایماندار رہ کر مرا وہ اپنے ساتھ سو خزانے لے گیا اور جو بے ایمان ہو کر دنیا سے گیا وہ ناداروں میں مرا۔ وہ زبان سے دنیا دنیا پکارتا ہوا سو گناہ لے کر گیا۔ عارفوں کے لیے دنیا کو ترک کرنا ہی عزت و مرتبے کا موجب ہے۔

یہ تو وہ رموزِ تصوف ہیں جو ایک عاشقِ صادق ہی جان سکتا ہے۔ یہ تو سلوک اور طریقت کی منزلیں ہیں۔ لیکن اپنے ابیات میں انہوں نے جس سادہ مزاجی اور عام فہم زبان میں بات کی ہے اس کو ہر خاص و عام اسی طرح سمجھ، جان اور مان سکتا ہے۔ یہی ان کے ابیات کے بارے میں ہر عہد کے دانشوروں کا مجموعی تاثر رہا ہے۔ اپنے ابیات میں آپ ایک عام انسان کے ساتھ ساتھ عظیم صوفی، عظیم مفکر، عظیم مصلح اور عظیم ہادیٔ طریقت کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

آپ ہمہ وقت عشقِ الٰہی میں مستغرق اور فنافی یاد اللہ و یادِ رسول ﷺ رہتے۔ آپ کے ابیات میں عشقِ حقیقی کی کیفیات اور طالبِ حقیقت کے لیے پیغامِ صداقت ہے کہ آپ کے تمام تر ابیات میں کسی نہ کسی آیتِ قرآنی یا احادیثِ رسالت مآب ﷺ کا حوالہ موجود ہوتا ہے...... اور اگر بات صوفیانہ مابعد الطبیعات کے حوالے سے کی جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ فلسفہ وحدت الوجود کے قائل تھے اور اس فلسفہ کا حامل بھی وہ اس انسان کو قرار دیتے تھے جس کی عظمت کے وہ دل سے قائل تھے کہ اس کے فانی ہونے کے باوجود اس کے اشرف المخلوقات ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں۔ اس کی دلیل خدا نے دی ہے تو اس کا روشن ثبوت آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے اور پھر اس کے بارے میں ہمیں دنیا بھر کے فلاسفروں، دانشوروں اور مفکروں نے لکھ لکھ کر بتایا ہے اور اپنے رسالہ ''محکم الفقراء'' میں آپ بھی یہی فرماتے ہیں:

''آدمی سب سے افضل ہے۔ کوئی چیز انسان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی۔ جو کچھ پیدا کیا گیا ہے۔ سب انسان کے لیے کیا گیا ہے اور آدمی، اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور جو شناخت کی طلب نہیں کرتا وہ بمنزلہ حیوان ہے۔ اس کے بدلے جمادات اور نباتات یا اور کسی قسم کے حیوانات پیدا ہوتے تو بہتر تھا۔ ان آدمیوں کی اوقات پر لعنت ہے جو کتے، گائے اور بھیڑوں کی طرح ہیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ اپنی بے وقوفی کے سبب قیامت کے دن دیدارِ الٰہی کے امیدوار بنتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ جو دنیا میں اندھا ہے آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔''

تاہم ان خیالات کے باوجود کہ ''آدمی سب سے افضل ہے کوئی چیز انسان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی اور یہ کہ جو کچھ پیدا کیا گیا ہے سب انسان کے لیے کیا گیا ہے۔'' حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے لیے، اس کی آخرت، اس کی عاقبت کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ ان سے اپنے آپ کو دور ہی رکھے اور واضح طور پر نظر آتا ہے کہ سلطان العارفین کی تعلیمات میں ترکِ دنیا اور نفس کشی کے خیالات کثرت سے ملتے ہیں۔ چاہے

بعض مقامات پر وہ اس دنیا اور زندہ رہنے کے عمل کی اہمیت کا اظہار کرتے ہیں، اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ مثلاً وہ اپنے ایک بیت میں کہتے ہیں کہ ایسا مرشد تلاش کرنا چاہیے جو دین اور دنیا دونوں جگہوں پر سلامتی، خیر، خوشی اور مسرت کا باعث ہو اور پہلے روٹی کے مسئلے کو حل کرنے کی ترکیب بتائے۔ پھر رب کی راہ دکھائے۔ یہ ان کی شاعری اور فکر کا ایک عمومی رویہ ہے۔ تاہم انہوں نے زندگی کو بے مایہ ہی قرار دیا ہے۔

اور بعض مقامات پر وہ شریعت کو طریقت پر ترجیح دیتے ہیں۔ شریعت کو طریقت پر ترجیح دینے کے باب میں سلطان باہوؒ کے خیالات شیخ احمد سرہندی کے افکار سے ملتے جلتے ہیں اور ان کے عہد تک پنجاب میں شیخ کے خیالات کو زیادہ فروغ حاصل نہیں ہوا تھا۔ غالباً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے صوفی دانشور اپنے دہلی کے قیام کے دوران ان زرّیں خیالات سے متاثر ہوئے تھے۔ اپنی تصانیف میں انہوں نے کثرت سے اس موضوع پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ:

بیروں منہ قدم ز شریعتِ محمدیؐ
گر عارفی تو محرم اسرار شو حقیقت

ان کے نزدیک مرشد کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ سنت نبوی ﷺ کو زندہ کرے اور بدعت کو مٹائے۔ دیکھا جائے تو یہ تمام تصورات راسخ الاعتقاد علما سے مشابہت رکھتے ہیں اور قیام دہلی کے دوران علمائے ظاہر سے ان کی بیزاری اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ آپ راہِ حق کے مسافر تھے اور یہی کچھ ان کی شاعری، فکر اور عمل سے نظر آتا ہے...... اور یہی کچھ وہ اپنے اندر اور دوسرے علما میں دیکھنا چاہتے تھے اور علمائے ظاہر پر ان کا اعتراض واجب بھی نظر آتا تھا کہ ان کا یہ خیال بالکل درست تھا کہ علم نے انہیں بے جا قسم کے فخر و غرور میں مبتلا کر رکھا ہے اور شاید اسی بنا پر انہوں نے حقیقت، سلامتی خیر اور طریقت کی راہ چھوڑ رکھی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ عالمگیری دور کے علما کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ علما گدھوں کی طرح کتابوں کا بوجھ اٹھائے گلیوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ جہاں ان کی مادی خواہشات، ان کی نفسی خواہشات انہیں پوری ہوتی نظر آتی ہیں، وہاں بڑھ چڑھ کر مسئلے مسائل بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں اور اپنے مکروفریب میں لوگوں کو پھنسانے کی ترکیبیں کرتے رہتے ہیں۔ بظاہر وہ اپنے آپ کو کچھ اور بنا کر دکھا رہے ہوتے ہیں اور حقیقت میں وہ کچھ اور ہوتے ہیں۔ یہ ظاہر اور باطن کا تضاد ہی ہے جس کے سبب یہ لوگوں سے اور لوگ ان سے دور ہو گئے ہیں کہ لوگ حقیقت کو اس سے زیادہ سمجھتے ہیں جس قدر یہ لوگ جان رہے ہوتے ہیں۔

یہ حقیقت بھی اپنی جگہ پر مطلق سچائی کی حیثیت رکھتی ہے کہ اسلام کی تبلیغ، اس کی ترویج و اشاعت میں جس قدر حصہ صوفیائے کرام کا ہے، بادشاہوں کے پاس اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں...... نیک اور پاک روحیں، وقت، زمانے اور حکومتوں کے ستائے ہوئے لوگ ہمیشہ گوشۂ امن اور کلامِ دانا کی تلاش میں رہتے ہیں اور یہ کام صوفیوں اور فقیروں نے اپنے باعمل علم اور مثالی زندگی کی روشنی سے پورا کیا اور دین اور دنیا کے ست اس کے نچوڑ کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا...... بعض اوقات لوگ ایسی بات، ایسے کلام کی جستجو میں شب و روز ایک کیے رکھتے ہیں جو انہیں ان کی زندگی میں شامل مسائل کا حل دے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کو چار صدیاں ہونے کو آئیں اور ان چار صدیوں میں بھی ان کے کلام کی تازگی، اس کی تاثیر اسی طرح ہے۔ بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں طرفع پیدا ہوا ہے، اور ان کی شاعری

مسائلِ دنیا اور معاملاتِ دنیا کا حل بھی پیش کرتی ہے اور جب بھی کبھی کسی عام انسان کو، کوئی مسئلہ، کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو فوراً وہ کلام باہوؒ کی جانب رجوع کرتا ہے۔ سلطان باہوؒ کے مصرعہ کی روشنی میں اپنی دانائی اور بزرگی کی داد بھی چاہ رہا ہوتا ہے......

جس وحدت کی ہمہ وقت موجودگی، اور جس دوئی، جس شرک سے کنارا کرنے کا درس "مُلا" اور "واعظ" نہایت کُھر درے لہجے میں دیتے ہیں، حضرت سلطان باہوؒ ہمہ اوست کے اس وحدت الوجودی فلسفے کو اپنی شاعری میں اس دلربائی، اس خوب صورتی، اس کمال ہنروری کے ساتھ برتتے ہیں کہ رگ رگ "صدائے کلمہ حق" سے گونج اٹھتی ہے۔ فرماتے ہیں:

ایہہ تن ربّ سچے دا حجرہ کھڑیا باغ بہاراں ھُو
وچے کوزے وچ مصلے سجدے دیاں ہزاراں ھُو
وچے کعبہ، وچے قبلہ الا اللہ پکاراں ھُو
کامل مرشد ملیا باھُو آپے لیسی ساراں ھُو

اور یہ راز، یہ رمز یُوں کُھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ ہی کامل مرشد، دراصل اپنا وجود ہے جو مکمل ہوتا ہے تو یوں، جس کی تکمیل ہوتی ہے تو یوں:

ایمان سلامت ہر کوئی منگے، عشق سلامت کوئی ھُو
ایمان منگن، شرماون عشقوں دل نوں غیرت ہوئی ھُو
عشق پچاوے جس منزل ایمانے خبر نہ کوئی ھُو
عشق سلامت رکھیں باھُو، ایمانوں دیاں دھروہی ھُو

عشق کو محبت کی انتہائی صورت بتایا گیا ہے۔ کسی کے حُسن، اس کی خوبصورتی پر یوں مرمٹنا کہ اپنی ذات، اپنے وجود اور اپنی ہستی کو نیستی میں بدل دینا۔ ہمہ وقت، اسی کے بارے میں سوچنا، دَم دَم کے ساتھ اس کا ورد کرنا، اسی کی موجودگی چاہے جانا، یہ عاشقوں کی صفات ہوتی ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے عشق کے کئی مدارج، کئی مقام بتائے ہیں اور عشق کو ہی کائنات کا محور و مرکز قرار دیا ہے اور عاشق کو راز و نیازِ حیات سے آگاہ ہونے والا بتایا ہے۔ یوں حضرت سلطان باہوؒ نے اپنے اس بیت میں ایک طرح سے ایک صوفی، ایک سالک کی تعلیمات بیان کر دی ہیں۔ اس کے راستے، اس کی منزل کی نشان دہی کر دی ہے اور اپنے عشق اور وارفتگی کو تو انہوں نے "کلیدِ توحید" میں موجود ان چار مصرعوں میں بیان فرما دیا ہے:

جائیکہ من رسیدم امکاں نہ ہیچ کس را
شہباز لا مکانم آں جا کُجا مگسِ را
ہر کہ طالب حق بود من حاضرم
ز ابتدا تا انتہا یک دم برم

پروفیسر سیّد احمد سعید ہمدانی کی کتاب "احوال و مقامات حضرت سلطان باہوؒ" اور جناب حامد سلطان کی تصنیف دلپذیر، "مناقب سلطانی" دو ایسی جامع کتابیں ہیں جن کے ذریعے حضرت سلطان العارفین کی فکر، ان کی زندگی، اور فلسفے سے کما حقہٗ آگہی حاصل ہو سکتی ہے۔ تاہم ان کے ابیات اور احوال پر گاہے گاہے کتابیں چھپتی رہتی ہیں۔ جن میں سے ہر کتاب کی اپنی اہمیت، اپنی انفرادیت بنتی ہے۔ تاہم درج ذیل کتب ایسی ہیں جن میں نہایت عرق ریزی کے ساتھ، متن کو درست طور پر چھاپنے کی سعی کی گئی ہے۔

۱: ابیاتِ سلطان باہوؒ، ناشر محمد بشیر چودھری
۲: اللہ ھُو ابیات باہوؒ مرتب عبدالغفور اظہر
۳: سلطان باہوؒ (گورمکھی ایڈیشن) ایس ایس اموِل
۴: سلطان باہوؒ۔ اجاگر سنگھ
۵: انوارِ سلطانی۔ حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی۔
۶: ابیات باہُو سلطان، محمد افضل
۷: ابیاتِ سلطان باہُوؒ۔ ترجمہ و تشریح، پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی
۸: عرفانِ باہُوؒ۔ اردو ترجمہ، از مکتبہ سلطانیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
۹: کلامِ سلطان باہُوؒ (پنجابی) ڈاکٹر سید نذیر احمد
۱۰: مکمل ابیاتِ باہُوؒ۔ محمد شریف صابر

آپ کا وصال ۱۱۰۲ ہجری بمطابق ۱۶۹۱ء کو شورکوٹ ہی میں ہوا۔

آپ کا روضہ مبارک آج بھی زیارتِ خواص و عوام کا وسیلہ ہے اور عاشقانِ راہِ حقیقت و طریقت آپ کی شاعری اور فکر سے ہدایت پاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ضلعی حکومتوں کا نظام ...... فوائد و ثمرات

رشید احمد

پاکستان کی تاریخ میں قبل ازیں صدر ایوب خان نے پہلی مرتبہ بنیادی جمہوریتوں کا نظام متعارف کروایا مگر یہ نظام اپنی بے شمار خامیوں کی بنا پر دیر پا ثابت نہ ہو سکا اور بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ صدر پرویز مشرف نے اُسی نظام کی طرز پر مقامی حکومتوں کے نظام کا تصور دیا اور اس نظام کو تشکیل دینے اور لاگو کرنے سے قبل اس پر بہت زیادہ ریسرچ کی گئی اور اس وقت کے وزیر بلدیات مرحوم عمر اصغر خاں نے شبانہ روز محنت کے بعد اسے حتمی شکل دی اور پھر یہ نظام پورے پاکستان میں بتدریج انتخابات کروا کر لاگو کر دیا گیا۔

کچھ طبقے پارلیمانی نظام کی موجودگی میں ضلعی حکومتوں کے نظام کو غیر ضروری اور خزانے پر اضافی بوجھ خیال کرتے ہیں حالانکہ پارلیمانی نظام سے وابستہ ارکان پارلیمنٹ کا کام صرف اور صرف قانون سازی ہے جبکہ کمیونٹی کے تمام ترقیاتی کام مقامی حکومتوں کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔

صدر پرویز مشرف نے پہلی دفعہ ضلعی حکومتوں کے نظام کی شکل میں عوام کے مسائل کا حل ان کی ''دہلیز'' پر کا تصور دیا اور اس کے بنیادی مقصد ''اختیارات کی تقسیم نچلی سطح پر'' کا نعرہ دیا۔ اب ایک یونین کونسل میں بشمول ناظم اکیس افراد ہوتے ہیں اور ان اکیس افراد کا حلقہ انتخاب کوئی مخصوص وارڈ یا علاقہ نہیں ہوتا بلکہ پوری یونین کونسل ان کا مشترکہ حلقہ ہوتی ہے اور یوں تمام اراکین یونین کونسل اپنے لوگوں کے مسائل کے حل کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو آدھی رات کے وقت بھی کوئی کام پڑتا ہے تو ان اکیس افراد میں سے کوئی نہ کوئی ضرور اس کا مسئلہ حل کروائے گا۔

خواتین، جو ایک خاموش اکثریت رکھتی ہیں، ہر دور میں ان کو نظر انداز کیا گیا ہے مگر ضلعی حکومتوں کے نظام میں پہلی دفعہ ان کی حیثیت کا احساس دلایا گیا اور نہ صرف بلدیاتی نظام بلکہ ہر سطح پر ان کی موثر نمائندگی کو یقینی بنایا۔ ضلعی حکومتوں کے نظام میں خواتین کے مسائل خواتین کے ذریعہ حل کرنے کا تصور دیا گیا۔

حقیقت ہے کہ ضلعی حکومتوں کے تحت اس مختصر عرصہ میں جتنی مالیت کے ترقیاتی کام مکمل ہو چکے ہیں یا تیزی سے ہو رہے ہیں وہ پاکستان کی تاریخ میں ایک ریکارڈ ہیں۔ بلاشبہ ضلعی حکومتوں کا نظام، موجودہ فوجی حکومت کا ایک عظیم کارنامہ ہے اور اب اس نظام کے فوائد و ثمرات ظاہر ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ کچھ نادیدہ طاقتیں اس نظام کو ناکام ثابت کرنے کی سازشیں کر رہی ہیں۔ بعض غیر ذمہ دار لوگ پارلیمانی اور مقامی حکومتوں کے نظاموں کے حوالے سے بے سرو پا غلط فہمیاں پیدا کر رہے

ہیں۔ یہ صرف اپنے ذاتی مفاد کے تحفظ کے لیے پوری قوم کے مفادات کو داؤ پر لگانے کی کوشش میں ہیں۔ مگر عوام باشعور ہو چکے ہیں وہ جان چکے ہیں کہ ان کے مفادات کا تحفظ کس میں ہے۔ اب ترقیاتی کام ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کرپشن کے امکانات بہت حد تک ختم ہو چکے ہیں۔ قوم کا قیمتی سرمایہ قوم کی ترقی پر خرچ ہو رہا ہے۔

مرحوم عمر اصغر خان سے لے کر جنرل (ر) تنویر نقوی تک قومی تعمیر نو بیورو نے اس نظام کو مزید بہتر بنانے کے لیے بے شمار اقدامات کئے۔ اب خوش قسمتی سے قومی تعمیر نو بیورو کے چیئر مین ممبر قومی اسمبلی دانیال عزیز ایک نوجوان سیاست دان ہیں جو اس نظام کو مزید بہتر بنانے میں دن رات کوشاں ہیں۔ چونکہ ضلعی حکومتوں کے نظام کا تجربہ پاکستان میں پہلی دفعہ کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ نظام غلطیوں، کوتاہیوں سے مبرا نہیں ہوگا مگر مقابلتاً یہ نظام بہت اچھا ہے اور قومی تعمیر نو بیورو جس طرح کے اقدامات کر رہا ہے اس سے بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ آئندہ یہ نظام عوام کے لیے اور زیادہ مفید ثابت ہوگا اور مزید نکھر کر سامنے آئے گا۔ مجموعی طور پر ضلعی حکومتوں کا نظام صدر مشرف کی طرف سے عوام کے لئے ایک ایسا تحفہ ہے، جس سے عوام نے سکھ کا سانس لیا۔ اب ان کے مسائل حل ہو رہے ہیں اور اب اقتدار اور اختیارات نچلی سطح پر منتقل ہو چکے ہیں، عوام اقتدار کے بھی مالک ہیں اور آج اختیارات بھی عوام کے پاس ہیں۔

دنیا کا آٹھواں عجوبہ

ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن کے ایک ٹاؤن ہال میں ایک عجیب و غریب گھڑیال نصب ہے۔ قیاس ہے کہ آئندہ تین سو سال تک صرف چار یا دس سیکنڈ آگے جائے گا۔ اس گھڑیال کا وزن چار ٹن ہے اور اس کے ایک لاکھ دس ہزار پرزے ہیں۔ یہ ایک ڈچ گھڑی ساز جنسیں اولس کی عمر بھر کی محنت کا پھل ہے۔ اس کا سب سے بڑا حصہ یعنی ''ڈائل'' مقامی وقت بتاتا ہے۔ گھڑیال کا سب سے شاندار حصہ وہ ہے جو ہر سال 31 دسمبر کے روز بارہ بجے پانچ منٹ کے لیے کام کرتا ہے۔ اس کے نتائج پانچ مختلف ڈائلوں اور مستطیل نما کیلنڈر پر ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ ڈائل اور کیلنڈر سال اور مہینے کے نام ظاہر کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر حصہ کا مقامی وقت اس گھڑیال کے ذریعے دیکھا جا سکتا ہے۔ ڈچ گھڑی ساز اس عجیب و غریب گھڑیال کو دنیا کا آٹھواں عجوبہ کہتے ہیں۔

خواتین کے ساتھ روا امتیازی سلوک کی تمام صورتوں کو ختم کرنے کا کنونشن

وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق

پاکستان، قوموں کی ترقی میں خواتین کے کردار نیز ممکنہ ذرائع سے خواتین کی حالت کو بہتر بنانے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور اسلام معاشرہ میں خواتین کی حیثیت کو اہمیت دیتا ہے اور خواتین کے حقوق اور مقام کے لئے احکام وضع کرنا اس کے مدِنظر ہے۔ پاکستان کے بحیثیت فریق اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کے اعلان اور خواتین کے ساتھ روا امتیازی سکول کی تمام صورتوں کو ختم کرنے کے کنونشن (سی ای ڈی اے ڈبلیو) پر دستخط موجود ہیں۔ ۲۱ اگست 1995 کو پاکستان نے حسب ذیل شرائط کی شمولیت کے تحت خواتین کے ساتھ روا امتیازی سلوک کی تمام صورتوں کو ختم کرنے کے کنونشن (سی ای ڈی اے ڈبلیو) کی توثیق کردی ہے۔

۱۔ عمومی اعلان

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے احکام کے تحت، خواتین کے ساتھ روا امتیازی سلوک کو ختم کرنے کے کنونشن کی توثیق کی ہے۔

۲۔ آرٹیکل ۲۸ پیراگراف ۲ کا استثناء

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت خود کو کنونشن کے آرٹیکل ۲۸ کے پیراگراف ۲ کا پابند تصور نہیں کرتی۔

۳۔ آرٹیکل ۲۹ پیرگراف ۱ کا استثناء

اسلامی جمہوریہ پاکستان یہ اعلان کرتی ہے کہ وہ خود کو کنونشن کے آرٹیکل ۲۹ کے پیرگراف ۱ کا پابند تصور نہیں کرتی۔ خواتین کو پاکستان کے دستور کے تحت برابری کا درجہ دیا گیا ہے۔ بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصولوں یعنی دونوں ابواب میں کی گئی دفعات میں مساوات پر بار بار زور دیا ہے۔

دستور کا آرٹیکل ۲۵ ایک اہم آئینی حکم ہے، جس میں قانون کے سامنے مردوں اور عورتوں کو برابری کا اور قانون کا یکساں تحفظ دیا گیا ہے اور آرٹیکل ۲۶ میں عام جگہوں تک رسائی میں ان کی مساوات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ آرٹیکل ۲۷ ملازمتوں میں امتیاز برتنے کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے۔

دستور کا باب ۲ جس میں پالیسی کے اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے اس میں آرٹیکل ۳۲، ۳۴ اور ۳۷ کے ذریعہ مزید ایسے احکام شامل کئے گئے ہیں جو خواتین، بچوں اور معاشرہ کے ایسے دیگر طبقوں کے لئے ہیں جن کا استحصال کیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ان خاص احکامات کے، جو دستور اور قوانین میں شامل ہیں، حکومت پاکستان نے خواتین کے حقوق کے فروغ اور ان کے تحفظ کے لئے متعدد طریقے اختیار کئے ہیں۔

اس سلسلے میں ۱۹۸۹ء میں وزارت برائے ترقی خواتین کے نام سے ایک پوری وزارت قائم کی گئی ہے۔ وزارت برائے ترقی

خواتین کے خاص فرائض منصبی میں سرکاری پالیسیاں تشکیل دینا اور خواتین کی مصرحہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے قانون سازی کی سفارش کرنا اور اس امر کی یقین دہانی کرانا کہ خواتین کے مفادات اور ضرورتوں پر حکومت کے متعدد اداروں کی جانب سے مناسب توجہ دی جاتی ہے۔ تعلیم اور ملازمت اور قومی زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کی بھرپور شرکت کے مواقع میں مساوات کی یقین دھانی کرانا، خواتین کے حالات اور مسائل پر تحقیق کو فروغ دینا اور تحقیق کرانا، خواتین کو خصوصی سہولتیں فراہم کرنے کے منصوبوں کی ذمہ داری لینا اور انہیں فروغ دینا شامل ہے اور خواتین کو مذکورہ سہولتیں فراہم کرنے کی غرض سے خصوصی ادارے مثلاً خواتین بینک اور خواتین پولیس اسٹیشن قائم کئے گئے ہیں۔ اسی طرح مملکت کے کاموں میں خواتین کی نمائندگی کی یقین دہانی کئی ٹھوس تدابیر کے ذریعہ کروائی گئی ہے۔ اس میں عدالت عالیہ میں جج خواتین کی تقرری، سفارت کار خواتین کی تقرری، خواتین پولیس افسران کا تقرر اور نجی و سرکاری ہر ایک شعبہ میں تقرری میں خواتین کا ۵ فیصد کوٹہ مقرر کرنا بھی شامل ہے۔

اسی طرح وزارت قانون، انصاف وانسانی حقوق میں شعبہ انسانی حقوق، خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی کے مقدمات بشمول گھریلو تشدد اور دیگر قانونی مسائل روز کے روز نمٹاتا ہے اور خواتین کو مالی، قانونی اور طبی اعانت فراہم کرتا ہے۔

تعارف (سی ای ڈی اے ڈبلیو)

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی جانب سے ۱۸ دسمبر ۱۹۷۹ء کو خواتین کے ساتھ روا امتیازی سلوک کی تمام صورتوں کو ختم کرنے کا کنونشن منعقد کیا گیا۔ اسے بحیثیت ایک بین الاقوامی معاہدہ کے ۳ ستمبر ۱۹۸۱ء کو بیس ملکوں کی توثیق کے بعد نافذ کیا گیا۔ ۱۹۸۹ء کو کنونشن کی دسویں سالگرہ تک تقریباً ایک سو اقوام اس کی شرائط کی پابندی کا اقرار کر چکی تھیں۔

بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں کے مقابلے میں یہ کنونشن خواتین کو جو کہ نوع انسانی کا نصف ہیں، متعلقہ انسانی حقوق کے دائرے میں لانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کنونشن کی روح کا منبع اقوام متحدہ کے مقاصد میں ہے۔ یعنی بنیادی انسانی حقوق، انسان کی عزت وقدر، مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق، اپنے یقین کی تائید کا اعادہ، موجودہ دستاویزات جو مساوات کا مفہوم واضح کرتی ہے اور یہ کہ اسے کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے کنونشن میں نہ صرف خواتین کے حقوق کا قانونی مسودہ جاری کیا گیا ہے بلکہ ان حقوق کو استعمال کرنے کی ضمانت دینے کے لیے مذکورہ ممالک کی جانب سے عمل درآمد کی غرض سے ایجنڈا بھی جاری کیا گیا ہے۔

حصہ ۱

آرٹیکل ۱

موجودہ کنونشن کے مقاصد کے پیش نظر، اصطلاح "خواتین کے ساتھ روا امتیازی سلوک" سے مراد صنف کی بنیاد پر کی گئی کوئی تفریق، ممانعت یا پابندی جس کی وجہ سے یا جس کا مقصد، سیاسی، معاشی، سماجی، ثقافتی، سول یا کسی دوسرے شعبہ میں انسانی حقوق اور بنیادی آزادی کی توثیق اور خواتین کی جانب سے ازدواجی حیثیت سے قطع نظر مرد اور عورت کی مساوات کی بنیاد پر ان کے حصول اور استعمال کو کمزور یا مسترد کرنا ہے۔

آرٹیکل ۲

فریق ممالک میں خواتین کے ساتھ روا امتیازی سلوک ختم کرنے کی پالیسی

پر عمل کرانے پر رضامند کرنے اور اسے ختم کرنے کے لئے حسب ذیل اصول وضع کئے گئے ہیں۔

الف) مرد اور عورت کی برابری کے اصول کو اپنے قومی دساتیر میں یا دیگر مناسب قانون سازی میں اگر وہ اب تک شامل نہیں ہے تو، شامل کرنا اور قانون اور دیگر مناسب ذرائع سے اس اصول پر عملی طور پر عمل پیرا ہونے کی یقین دہانی کرانا۔

ب) خواتین کے ساتھ روا ہر طرح کے امتیاز کو ختم کرنے کے لئے جہاں بھی ضرورت ہو مناسب قانون سازی کرنا اور دیگر اقدامات کرنا بشمول سزا دینا۔

ج) مردوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر خواتین کے حقوق کا قانونی تحفظ کرنا اور با اختیار قومی ٹریبونلز اور دیگر سرکاری اداروں کے توسط سے خواتین کو کسی بھی امتیازی کارروائی سے تحفظ دینے کی یقین دہانی کرانا۔

د) خواتین کے ساتھ روا امتیازی سلوک کی کسی کارروائی یا عمل میں ملوث ہونے کی روک تھام کرنا اور اس امر کی یقین دہانی کرانا تاکہ سرکاری حکام اور ادارے اس قانونی پابندی کے مطابق کارروائی کریں۔

ہ) خواتین کے ساتھ روا امتیازی سلوک ختم کرنے کے لئے کسی بھی شخص، تنظیم یا ادارے کے ذریعہ مناسب تدابیر پر عمل کرنا۔

و) موجودہ قوانین، ضابطے، رواج اور معمولات جو خواتین کے ساتھ روا امتیازی سلوک تشکیل دیں، انہیں تبدیل کرنے یا ختم کرنے کے لئے بشمول قانون سازی کے مناسب تدابیر اختیار کرنا۔

ز) تمام تعزیری احکامات جن میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہو، منسوخ کرنا۔

آرٹیکل ۳

فریق ممالک خواتین کو مرد کے ساتھ برابری کی بنیاد پر انسانی حقوق اور بنیادی آزادی کے استعمال اور حصول کی ضمانت دینے کی غرض سے اور خواتین کی مکمل ترقی اور آگے بڑھنے کی یقین دہانی کے لئے تمام شعبوں، میں خاص طور سے سیاسی، سماجی، معاشی اور ثقافتی شعبوں میں تمام مناسب تدابیر اختیار کریں گے۔

آرٹیکل ۴

۱- فریق ممالک کی طرف سے عارضی طور پر اختیار کی گئی خصوصی تدابیر، جن کا مقصد مردوں اور عورتوں کے درمیان فی الحقیقت مساوات قائم کرنا ہے، خواتین کے ساتھ امتیاز روا رکھنے کے زمرہ میں نہیں آئے گا جیسا کہ موجودہ معاہدہ میں وضاحت کر دی گئی ہے لیکن اس کے نتیجہ میں کسی بھی طرح غیر مساوی یا جداگانہ معیار قائم نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تدابیر ختم کر دی جائیں گی جب خواتین کے ساتھ مواقع اور برتاؤ میں مساوات حاصل کرنے کے مقاصد پورے ہو جائیں گے۔

۲- فریق ممالک کا خصوصی تدابیر، بشمول ان تدابیر کے جو موجودہ کنونشن میں شامل ہیں، اختیار کرنا جن کا مقصد زچگی کو تحفظ دینا ہے امتیازی تصور کی جائیں گی۔

آرٹیکل ۵

فریق ممالک ایسی تمام مناسب تدابیر اختیار کریں گے جن کا مقصد:

الف) تعصبات اور رسم و رواج اور تمام دیگر معمولات کو جو کہ دونوں میں سے کسی ایک صنف کو کمتر یا برتر سمجھنے کے نظریے یا مردوں اور عورتوں کے روایتی کردار کی بنیاد پر ہوں، ختم کرنے کی غرض سے مردوں اور عورتوں کے برتاؤ کے سماجی

اور ثقافتی نمونوں کو تبدیل کرنا ہو۔

ب) اس امر کی یقین دہانی کرانا ہو کہ خاندان کی تعلیم اور زچگی کا بحیثیت ایک سماجی فرض کے مناسب شعور حاصل کرنا اور مرد اور عورت کے لئے اپنے بچوں کی پرورش اور ترقی کی ذمہ داری کو مشترکہ تسلیم کرنا شامل ہے' ہمیشہ یہی سمجھا جانا چاہئے کہ بچوں کا مفاد تمام صورتوں میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

آرٹیکل ۶

فریق ممالک خواتین کی خرید و فروخت اور خواتین کو بطور طوائف استعمال کرنے کی روک تھام کرنے کے لئے تمام مناسب تدابیر بشمول قانون سازی کے اختیار کریں گے۔

حصہ ۲

آرٹیکل ۷

فریق ممالک ملک کی سیاسی اور عام زندگی میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کو ختم کرنے کے لئے مناسب تدابیر اختیار کریں گے' خاص طور پر خواتین کو مردوں کے ساتھ برابری کی سطح پر حسب ذیل حقوق رکھنے کی یقین دہانی کرائیں گے۔

الف) ہر طرح کے انتخابات اور عام رائے دہی میں ووٹ دیں گی اور عوامی سطح پر منتخب جماعتوں میں انتخاب لڑنے کی اہل ہوں گی۔

ب) وہ حکومتی پالیسیوں کی تشکیل اور اس پر عمل درآمد کرانے میں حصہ لیں گی اور سرکاری عہدوں پر انہیں فائز کیا جائے گا اور ہر سطح پر حکومت کے تمام سرکاری فرائض منصبی انجام دیں گی۔

ج) وہ ملک کی عام اور سیاسی زندگی سے متعلق غیر سرکاری تنظیموں اور ایسوسی ایشنوں میں حصہ لیں گی۔

آرٹیکل ۸

فریق ممالک خواتین کو اس امر کی یقین دہانی کرانے کے لئے مناسب تدابیر اختیار کریں گے کہ انہیں مردوں کے برابر بغیر کسی امتیازی سلوک کے بین الاقوامی سطح پر اپنے ملک کی نمائندگی کرنے اور بین الاقوامی تنظیموں کے کام میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے گا۔

آرٹیکل ۹

فریق ممالک' خواتین کو قومیت حاصل کرنے' اسے تبدیل کرنے یا اسے برقرار رکھنے کے لئے مردوں کے برابر حقوق دیں گے وہ بالخصوص اس امر کی یقین دہانی کرائیں گے کہ شادی کی بناء پر انہیں غیر ملکی قرار نہیں دیا جائے گا نہ ہی شادی کے دوران شوہر کی قومیت کی تبدیلی سے خود بخود بیوی کی قومیت تبدیل ہوگی نہ ہی یہ ظاہر کیا جائے گا کہ اس کا تعلق کسی ملک سے نہیں ہے یا اس پر شوہر کی قومیت لاگو ہوتی ہے۔

۲۔ فریق ممالک' خواتین کو ان کے بچوں کی قومیت کی نسبت مردوں کے مساوی حقوق دیں گے۔

حصہ ۳

آرٹیکل ۱۰

فریق ممالک خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کرنے کی غرض سے اور انہیں اس امر کی یقین دہانی کرانے کے لئے کہ تعلیم کے شعبہ میں ان کے حقوق مردوں کے مساوی ہیں' مناسب تدابیر اختیار کریں گے اور یہ یقین دہانی خاص طور سے کرائی جائے گی کہ یہ حقوق مردوں اور عورتوں کے درمیان مساوات کی بنیاد پر ہیں۔

الف) دیہی علاقوں کے ساتھ ساتھ شہری علاقوں کے ہر طرح کے تعلیمی اداروں

میں کیریئر اور پیشہ ورانہ راہنمائی حاصل کرنے، تعلیم حاصل کرنے اور ڈپلومہ حاصل کرنے کے لئے شرائط یکساں مقرر کی جائیں گی اور یہی مساوات قبل از اسکول دی جانے والی تعلیم میں عمومی، ٹیکنیکی، پیشہ ورانہ اور اعلیٰ ٹیکنیکل تعلیم میں نیز تمام اقسام کی پیشہ ورانہ تربیت میں بھی برقرار رکھی جائے گی۔

ب) نصاب تعلیم، یکساں طریقہ امتحان، یکساں تعلیمی معیار کے حامل اساتذہ اور یکساں معیار کی اسکول کی عمارت اور سامان فراہم کیا جائے گا۔

ج) مردوں اور عورتوں کے روائتی کردار کو ختم کرنے کے لئے تعلیم کی ہر سطح اور ہر شکل میں اور مخلوط تعلیم اور دیگر اقسام کی تعلیم کی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور خاص طور سے نصابی کتابوں پر اور سکول کے پروگراموں پر نظر ثانی اور تدریسی طریقوں کو تبدیل کیا جائے گا جس سے اس مقصد کے حصول میں مدد ملے گی۔

د) وظائف اور دیگر تعلیمی عطیات سے فائدہ حاصل کرنے کے یکساں مواقع فراہم کئے جائیں گے۔

ہ) تعلیم جاری رکھنے کے پروگراموں سے بشمول تعلیم بالغاں اور عملی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کے یکساں مواقع میسر ہوں گے، خاص طور سے جن کا مقصد جلد از جلد ممکنہ حد تک خواتین اور مردوں کے درمیان موجود تعلیمی فرق کو ختم کرنا ہو۔

و) تعلیم چھوڑ دینے والی طالبات کی شرح میں کمی کی جائے گی اور ان لڑکیوں اور خواتین کے لئے پروگرام مرتب کرنا ہوں گے جو قبل از وقت سکول چھوڑ دیتی ہیں۔

ز) کھیلوں اور جسمانی تعلیم میں عملی طور سے حصہ لینے کے یکساں مواقع فراہم کئے جائیں گے۔

ح) خاندان کی صحت اور خوش حالی اور خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں معلومات اور مشورہ کے لئے مصرحہ علمی معلومات تک رسائی فراہم کی جائے گی۔

آرٹیکل ۱۱

۱- فریق ممالک اس امر کی یقین دہانی کے لئے کہ خواتین کو مردوں اور عورتوں کے مابین مساوات کی بنیاد پر یکساں حقوق حاصل ہیں، ملازمت کے شعبہ میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کرنے کے لئے تمام مناسب تدابیر اختیار کریں گے، بالخصوص:

الف) کام کرنے کا حق جو کہ انسان کا ایسا حق ہے جو کسی کو منتقل نہیں کیا جا سکتا۔

ب) ملازمت کے مواقع یکساں طور پر حاصل کرنے کا حق اس میں ملازمت کے امور میں انتخاب کے لئے یکساں طریقہ پر عمل کرنا شامل ہے۔

ج) پیشہ اور ملازمت میں آزادانہ انتخاب کا حق، ترقی، ملازمت کے تحفظ اور ملازمتوں میں ملنے والے فوائد اور شرائط کا حق اور پیشہ ورانہ تربیت اور ثانوی تربیت حاصل کرنے کا حق، اس میں اپرنٹس شپ، اعلیٰ پیشہ وارانہ تربیت اور وقفوں سے ملنے والی تربیت شامل ہے۔

د) بشمول دیگر فائدوں کے مساوی معاوضہ لینے کا اور مساوی اہمیت کے کام کی نسبت یکساں سلوک کا حق نیز کام کی کوالٹی کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے میں مساوی سلوک کیا جائے گا۔

ہ) سماجی تحفظ کے حقوق خاص طور سے سبکدوش ہونے، بے روزگار ہونے، بے روزگاری، بیماری، محتاجی اور ضعیف العمری میں اور کام کرنے سے معذوری

کی صورت میں تنخواہ کے ہمراہ رخصت کا حق۔

و) صحت کی حفاظت اور کام کرنے کے ماحول کو بہتر بنانا۔ اس میں بچوں کی پیدائش کے سلسلے میں تحفظ دیا جانا بھی شامل ہے۔

۲- شادی یا زچگی کی بنیاد پر خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کے انسداد کے لئے اور ان کے کار منصبی انجام دینے کی غرض سے موثر حقوق کی یقین دہانی کرانے کے لئے فریق ممالک حسب ذیل موثر تدابیر اختیار کریں گے۔

الف) قوانین کے نفاذ کے تحت، حمل یا زچگی کی رخصت کی بنیاد پر برطرفی اور ازدواجی حیثیت کی بنیاد پر برطرفی میں امتیازی سلوک روا رکھنے کی ممانعت۔

ب) زچگی کی رخصت تنخواہ کے ہمراہ اور گذشتہ ملازمت، سنیارٹی یا سوشل الاؤنس کو ختم کئے بغیر قابل موازنہ سوشل فائدوں کے ہمراہ تنخواہ کا نفاذ۔

ج) والدین کو کام کی ذمہ داریوں اور سماجی زندگی کے ساتھ گھریلو ذمہ داریوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے قابل بنانے کے، خاص طور پر بچوں کی دیکھ بھال کی سہولتوں کی فراہمی اور ان کی ترقی کے ذریعہ سے امدادی سماجی سروسز فراہم کرنے کی حوصلہ افزائی کرنا۔

د) حمل کے دوران خواتین کو ان کاموں میں خصوصی تحفظ فراہم کرنا جو ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

۳- ان آرٹیکلز میں بیان کئے گئے امور سے متعلق محتاط قانون سازی پر سائنٹیفک اور ٹیکنیکل معلومات کی روشنی میں معیاری نظر ثانی کی جائے گی اور جہاں ضرورت ہو گی ردوبدل، تنسیخ یا توسیع کی جائے گی۔

آرٹیکل ۱۲

۱- فریق ممالک حفظان صحت کے شعبہ میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کرنے کی غرض سے اس امر کی یقین دہانی کے لئے کہ مرد اور عورت کو برابری کی بنیاد پر حفظان صحت کی سروس تک رسائی حاصل ہے، تمام مناسب تدابیر اختیار کریں گے بشمول ان کے جو خاندانی منصوبہ بندی کے سلسلے میں کی جائیں گی۔

۲- اس آرٹیکل کے پیراگراف ۱ کے احکام سے بلا لحاظ فریق ممالک خواتین کو اس امر کی یقین دہانی کرائیں گے کہ حمل، زچگی اور ولادت کے بعد کی مدت میں انہیں مناسب سروسز فراہم کی جائیں گی۔ جہاں ضروری ہو گا سروسز بلا معاوضہ ہوں گی نیز حمل اور بچوں کو دودھ پلانے کے دوران انہیں مناسب غذا بھی دی جائے گی۔

آرٹیکل ۱۳

فریق ممالک معاشی اور سماجی زندگی کے دیگر تمام شعبوں میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کرنے کے لئے مردوں اور عورتوں کی مساوات کی بنیاد پر یکساں حقوق کی بالخصوص حسب ذیل حقوق کی یقین دہانی کرانے کی غرض سے مناسب تدابیر اختیار کریں گے۔

الف) خاندانی انتفاعات کا حق

ب) بینک کے قرضوں، رہن اور دیگر مالی قرضوں کا حق

ج) تفریحی سرگرمیوں، کھیلوں اور ثقافتی زندگی سے وابستہ تمام سرگرمیوں کا حق۔

آرٹیکل ۱۴

۱- فریق ممالک ان مخصوص مسائل پر جن کا دیہات کی خواتین کو سامنا ہے اور اس اہم کردار پر جو دیہات کی خواتین اپنے خاندان کی معاشی بقاء کے لئے ادا کرتی

ہیں، غور کریں۔ بشمول اس کام کے جو وہ معیشت کے ان شعبوں میں کرتی ہیں جہاں سرمایہ کا لین دین نہیں ہے اور دیہات میں خواتین پر اس کنونشن کی شرائط کے اطلاق کی یقین دہانی کے لئے مناسب تدابیر اختیار کریں گے۔

۲- فریق ممالک دیہی علاقوں میں خواتین کے ساتھ روا امتیازی سلوک ختم کرنے کے لئے مناسب تدابیر اختیار کریں گے جو اس امر کی یقین دہانی کی غرض سے ہوں گی کہ خواتین، مردوں اور عورتوں کے مابین مساوات کی بنیاد پر دیہی ترقی میں حصہ لیتی ہیں اور اس کا فائدہ حاصل کرتی ہیں اور مذکورہ خواتین کو بالخصوص حسب ذیل حقوق کا یقین دلائیں گے۔

الف) ہر سطح پر ترقیاتی منصوبہ بندی کو وسعت دینے میں اور اس کی تعمیل میں حصہ لینا۔

ب) حفظان صحت کی سہولتوں سے بشمول خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں معلومات، مشورہ اور سروسز کے استفادہ کرنا۔

ج) سماجی تحفظ کے پروگراموں سے براہِ راست استفادہ کرنا۔

د) رسمی اور غیر رسمی ہر طرح کی تعلیم و تربیت بشمول ایسی تعلیم حاصل کرنا ہے جس کا تعلق عملی تعلیم سے، نیز کمیونٹی کے جملہ فوائد اور ایسی اضافی سروسز سے ہو جو ان کی تکنیکی استعداد بڑھانے کے لئے ہیں۔

ہ) ملازمت یا خود روزگار فراہم کر کے معاشی مواقعوں تک مساوی رسائی حاصل کرنے کے لئے اپنی مدد آپ کرنے والے گروپ اور امدادِ باہمی کی انجمنیں تشکیل دینا۔

و) کمیونٹی کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لینا۔

ز) زرعی کریڈٹ، قرضوں، مارکیٹنگ کی سہولتوں اور زرعی اصلاحات میں نیز اراضی کی بحالی کی اسکیم میں مناسب ٹیکنالوجی اور مساوی سلوک کرنا۔

ح) مناسب رہائشی ماحول بالخصوص مکان، صفائی، بجلی اور پانی کی فراہمی، ٹرانسپورٹ اور ابلاغ کی سہولت حاصل کرنا۔

حصہ ۴

آرٹیکل ۱۵

۱- فریق ممالک قانون میں مرد اور عورت کی برابری کو تسلیم کریں گے۔

۲- فریق ممالک اس امر کی تائید کریں گے کہ خواتین کو سمل معاملات میں مردوں سے مماثل قانونی اختیار اور اس کے اختیار کو استعمال کرنے کے یکساں مواقع حاصل ہوں گے اور معاہدہ کرنے اور املاک کا انتظام کرنے کے لئے انہیں مساوی حقوق دیئے جائیں گے اور عدالتوں اور ٹریبونلز میں کارروائی کے تمام مراحل پر ان کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے گا۔

۳- فریق ممالک اس امر پر رضامندی کا اظہار کریں گے کہ ایسے تمام معاہدے کسی بھی طرح کی تمام دیگر نجی دستاویزات جو قانونی طور پر موثر ہوں جن میں کہ خواتین کے قانونی اختیار پر پابندی لگائی گئی ہو، کالعدم تصور کئے جائیں گے۔

۴- فریق ممالک، افراد کی نقل و حرکت اور اپنی رہائش اور ڈومیسائل منتخب کرنے کی آزادی سے متعلقہ قانون کے لحاظ سے مرد اور عورت کے حقوق کا تعین کریں گے۔

آرٹیکل ۱۶

۱- فریق ممالک، شادی اور خاندانی روابط سے متعلق تمام معاملات میں خواتین کے

ساتھ روا امتیازی سلوک ختم کرنے کے لئے تمام مناسب تدابیر اختیار کریں گے اور بالخصوص عورت اور مرد کے درمیان مساوات کی بنیاد پر حسب ذیل حقوق کی یقین دہانی کرائیں گے۔

الف) شادی کرنے کا یکساں حق ہوگا۔

ب) اپنی پسند کا شریکِ حیات منتخب کرنے اور صرف اپنی مرضی اور مکمل رضا مندی سے شادی کرنے کا حق ہوگا۔

ج) شادی قائم رہنے کے دوران اور اس کے منسوخ ہونے پر حقوق اور ذمہ داریاں یکساں ہوں گی۔ تمام صورتوں میں بچوں کے مفادات کو فوقیت دی جائے گی۔

د) اپنے بچوں کی تعداد اور ان کے درمیان وقفہ پر آزادانہ اور ذمہ داری سے فیصلہ کرنے کا اور ان سے متعلق معلومات، واقفیت اور ان ذرائع تک جو انہیں ان حقوق کو استعمال کرنے کا اہل بنائیں، رسائی حاصل کرنے کے حقوق یکساں ہوں گے۔

ہ) میاں بیوی کی حیثیت سے ذاتی حقوق، بشمول خاندان کا انتخاب کرنے اور کوئی کام یا کوئی پیشہ منتخب کرنے کے حق، یکساں ہوں گے۔

ز) املاک کی ملکیت اس کے انتظامی حصول، اہتمام استفادہ اور اس کے تصفیہ کی نسبت چاہے وہ بلا معاوضہ ہو یا معاوضہ کے ساتھ، میاں بیوی دونوں کو حقوق حاصل ہوں گے۔

۲۔ کسی بچہ کی منگنی اور شادی قانونی طور پر موثر نہیں ہوگی اور تمام ضروری کارروائی، بشمول قانون سازی کے، شادی کے کم از کم عمر کی صراحت کرنے اور سرکاری رجسٹر میں لازمی طور سے شادی کی رجسٹریشن کرانے کی غرض سے کی جائے گی۔

حصہ ۵

آرٹیکل ۱۷

۱۔ موجودہ کنونشن کی تعمیل میں ہونے والی پیش رفت پر غور وخوض کرنے کی غرض سے خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کرنے پر ایک کمیٹی قائم کی جائے گی (بعد ازاں جس کا حوالہ کمیٹی کے طور پر دیا جائے گا) کنونشن کے آغاز پر کمیٹی کنونشن کی جانب سے شامل کئے گئے شعبوں میں نمایاں اور با صلاحیت اعلیٰ جذبہ رکھنے والے اٹھارہ ماہرین اور پینتیس فریق ممالک کی جانب سے کنونشن کی تصدیق یا منظوری کے بعد، تئیس ماہرین پر مشتمل ہوگی۔ ماہرین کا انتخاب، فریق ممالک کی جانب سے ان کے اپنے ملک کے لوگوں میں سے کیا جائے گا جو اپنی ذاتی استعداد میں کام کریں گے۔ یہاں جغرافیائی تقسیم اور تہذیبوں کی مختلف ہیئتوں کی نمائندگی کو نیز اصل قانونی سسٹم کو مدنظر رکھا جائے گا۔

۲۔ کمیٹی کے ارکان خفیہ رائے دہی کے ذریعہ فریق ممالک کی جانب سے نامزد اشخاص کی فہرست میں سے منتخب کئے جائیں گے۔ فریق ممالک میں سے ہر ایک اپنے ملک کے لوگوں میں سے کوئی ایک شخص نامزد کر سکے گا۔

۳۔ موجودہ کنونشن کے نافذ العمل ہونے کی تاریخ کے چھ ماہ بعد ابتدائی انتخاب عمل میں لایا جائے گا۔ اقوام متحدہ کا جنرل سیکرٹری ہر انتخاب کی تاریخ سے کم از کم تین ماہ پیشتر فریق ممالک کو خط بھیجے گا جس میں انہیں دعوت دے گا کہ وہ دو ماہ کے اندر اپنی نامزدگیاں پیش کر دیں۔ سیکرٹری جنرل اس طرح نامزد کئے گئے

تمام اشخاص کی حروف تہجی کے اعتبار سے ایک فہرست' ان فریق ممالک کی نشاندہی کرتے ہوئے جنہوں نے ان کو نامزد کیا ہے' تیار کرے گا اور اسے ان فریق ممالک کو پیش کرے گا۔

۴- کمیٹی کے ارکان کا انتخاب اقوام متحدہ کے صدر دفتر میں' سیکرٹری جنرل کی جانب سے طلب کئے گئے فریق ممالک کے اجلاس میں ہوگا' جس کے لئے دو تہائی فریق ممالک کورم کی تشکیل دیں گے۔ ان نامزد افراد میں سے وہ شخص کمیٹی کے لئے منتخب کیا جائے گا جسے بڑی تعداد میں ووٹ ملیں' اور اسے وہاں موجود اور ووٹ دینے والے فریق ممالک کے نمائندوں کے ووٹوں کی واضح اکثریت حاصل ہو۔

۵- کمیٹی کے ارکان چار سال کی مدت کے لئے منتخب کئے جائیں گے۔ تاہم پہلے انتخاب پر منتخب کئے گئے نو ارکان کی مدت دو سال مکمل ہونے پر ختم ہو جائے گی' پہلے انتخاب کے بعد فوراً کمیٹی کے چیئرمین کی جانب سے بذریعہ قرعہ اندازی ان نو ارکان کے نام چن لئے جائیں گے۔

۶- کمیٹی کے پانچ اضافی ارکان کا انتخاب اس آرٹیکل کے پیراگراف ۲'۳'۴ کے احکام کے مطابق پینتیس فریق ممالک کی تصدیق یا منظوری سے ہوگا۔ اس موقع پر منتخب کئے گئے دو اضافی ارکان کے نام کمیٹی کا چیئرمین منتخب کرے گا۔

۷- اتفاقی اسامیوں کو پُر کرنے کے لئے' فریق ممالک جن کا کوئی ماہر شخص کمیٹی کے رکن کے طور پر کام کرنا چھوڑ دے' کمیٹی کی منظوری سے اپنے ملک کے لوگوں میں سے کسی دوسرے ماہر شخص کا تقرر کریں گے۔

۸- کمیٹی کے ارکان جنرل اسمبلی کی منظوری سے' اقوام متحدہ کے وسائل سے ایسی شرائط و قواعد پر معاوضے وصول کریں گے جن کا اسمبلی' کمیٹی کی ذمہ داریوں کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے فیصلہ کرے گی۔

۹- اقوام متحدہ کا جنرل سیکرٹری موجودہ کنونشن کے تحت کمیٹی کے فرائض کی موثر بجا آوری کے لئے ضروری عملہ اور سہولتیں فراہم کرے گا۔

آرٹیکل ۱۸

۱- فریق ممالک اس بات کے ذمہ دار ہوں گے کہ وہ قانون سازی سے متعلق عدالتی' انتظامی اور دیگر تدابیر پر جو کہ انہوں نے موجودہ کنونشن کی دفعات کو موثر بنانے کے لئے اختیار کی ہیں اور اس سلسلے میں ہونے والی پیش رفت پر ایک رپورٹ' کمیٹی کے غور و خوض کے لئے اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کو پیش کریں گے۔

الف) متعلقہ ملک میں نفاذ کے بعد ایک سال کے اندر: اور

ب) اس کے بعد ہر چار سال بعد اور مزید یہ کہ جب کمیٹی باقاعدہ درخواست کرے۔

۲- رپورٹ میں ان عوامل اور مشکلات کی نشاندہی کی جائے گی جو موجودہ کنونشن کے تحت ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں حائل ہو رہی ہیں۔

آرٹیکل ۱۹

۱- کمیٹی اپنے قواعد کے مطابق کارروائی کرے گی۔

۲- کمیٹی دو سال کی مدت کے لئے اپنے افسران کا انتخاب کرے گی۔

آرٹیکل ۲۰

۱- کمیٹی موجودہ کنونشن کے آرٹیکل ۱۸ کے مطابق پیش کی گئی رپورٹوں پر غور کرنے کے لیے عموماً صرف دو ہفتوں کے لیے

سالانہ اجلاس طلب کرے گی۔

۲- کمیٹی کے اجلاس عموماً اقوام متحدہ کے مرکزی دفاتر میں یا دیگر باسہولت مقام پر ہوں گے جن کا کمیٹی کی جانب سے تعین کیا جائے گا۔

آرٹیکل ۲۱

۱- کمیٹی، معاشی اور سماجی کونسل کے ذریعہ اپنی سرگرمیوں پر سالانہ رپورٹ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کو پیش کرے گی اور فریق ممالک سے موصول ہونے والی رپورٹوں اور معلومات کی جانچ پڑتال کی بنیاد پر تجاویز اور عمومی سفارشات وضع کرے گی۔ مذکورہ تجاویز اور عمومی سفارشات، فریق ممالک کے تبصرہ کے ہمراہ اور اگر کوئی ہو، کمیٹی کی رپورٹ میں شامل کی جائیں گی۔

۲- سیکرٹری جنرل، خواتین کی حیثیت پر کمیٹی کی رپورٹ، کمیشن کو اطلاع کی غرض سے روانہ کرے گا۔

حصہ ۶

آرٹیکل ۲۳

اس کنونشن میں شامل کوئی امر ایسی دفعات کو متاثر نہیں کرے گا جو عورت اور مرد میں مساوات قائم رکھنے کے لئے انتہائی کارآمد ہوں جو اسی طرح جاری رہیں گے:

الف) کسی فریق ملک کی قانون سازی میں، یا

ب) اس ملک میں نافذ العمل بین الاقوامی کنونشن، معاہدہ یا اقرار نامہ میں۔

آرٹیکل ۲۴

فریق ممالک اس بات کی ذمہ داری لیں گے کہ وہ قومی سطح پر تمام ایسی ضروری تدابیر اختیار کریں گے جن کا مقصد موجودہ کنونشن میں تسلیم شدہ حقوق سے مکمل آگاہی حاصل کرنا ہو۔

آرٹیکل ۲۵

۱- موجودہ کنونشن تمام ممالک کے دستخطوں کے لئے کھلا ہوگا۔

۲- اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کا عہدہ موجودہ کنونشن کے امین کا ہوگا۔

۳- موجودہ کنونشن توثیق کے تابع ہے۔ توثیق کی دستاویز اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے پاس جمع ہوگی۔

۴- موجودہ کنونشن تمام ممالک کی منظوری کے لئے کھلا ہوگا۔ یہ منظوری اس وقت موثر ہوگی جب منظوری کی دستاویز اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کے پاس جمع کروادی جائے گی۔

آرٹیکل ۲۶

۱- موجودہ کنونشن پر نظر ثانی کی درخواست کسی بھی فریق ملک کی جانب سے اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کے نام نوٹیفیکشن کے ذریعہ کسی بھی وقت دی جا سکے گی۔

۲- اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی مذکورہ درخواست پر کوئی اقدام، اگر کوئی ہو، اٹھا سکے گی۔

آرٹیکل ۲۷

۱- موجودہ کنونشن، توثیق یا منظوری کی بیس دستاویزات، اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے پاس جمع ہونے کے تیس دن بعد نافذ العمل ہوگا۔

۲- توثیق یا منظوری کی بیس دستاویزات کے جمع ہونے کے بعد موجودہ کنونشن کی توثیق یا اسے منظور کرنے والے ہر ایک ملک میں، کنونشن اس کی اپنی توثیق یا منظوری کی دستاویز جمع کرانے کے تیس دن بعد نافذ العمل ہوگا۔

آرٹیکل ۲۸

۱- اقوام متحدہ کا جنرل سیکرٹری، توثیق یا منظوری کے وقت تمام ممالک کی جانب سے پیش کی جانے والی تخصیصات وصول کرے گا اور تمام ممالک کو ان سے آگاہ کرے گا۔

۲- کوئی ایسی تخصیص قبول نہیں کی جائے گی جو موجودہ کنونشن کے مقصد اور غرض کے منافی ہو۔

۳- اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کے نام کوئی تخصیصات مذکورہ نوٹیفکیشن کے ذریعہ واپس لی جاسکیں گی اور وہ تمام ممالک کو ان سے آگاہ کرے گا۔ مذکورہ نوٹیفکیشن وصول ہونے کی تاریخ سے موثر ہوگا۔

آرٹیکل ۲۹

۱- موجودہ کنونشن کی وضاحت یا اطلاق سے متعلق دو یا زیادہ فریق ممالک کے درمیان پایا جانے والا کوئی تنازعہ جو کہ بات چیت کے ذریعہ طے نہ ہو، ان میں سے کسی ایک کی درخواست پر ثالثی کے لئے پیش کیا جائے گا۔ اگر ثالثی کی درخواست کرنے کی تاریخ سے چھ ماہ کے اندر، فریقین ثالثی تنظیم پر رضامند نہ ہوسکیں تو ان فریقین میں سے کوئی ایک بین الاقوامی عدالت انصاف کو عدالت کے قانون کے مطابق درخواست کر کے تنازعہ بھیج سکے گا۔

۲- ہر ایک فریق ممالک اس کنونشن پر دستخط یا اس کی توثیق یا منظوری کے وقت اس بات کا اعلان کر سکے گا کہ وہ خود کو اس آرٹیکل کے پیراگراف ا کا پابند نہیں سمجھتا، لہذا دیگر فریق ممالک اسی فریق ملک کی نسبت مذکورہ پیراگراف کے پابند نہیں ہوں گے جس نے مذکورہ تخصیص پیش کی ہو۔

۳- کوئی فریق ملک جس نے اس آرٹیکل کے پیراگراف ۲ کے مطابق کوئی تخصیص وضع کی ہو، اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کے نام نوٹیفکیشن کے ذریعہ اس تخصیص کو کسی بھی وقت واپس لے سکے گا۔

آرٹیکل ۳۰

موجودہ کنونشن جس کا عربی، انگلش، فرانسیسی، روسی اور ہسپانوی متن جو مساوی طور پر مصدقہ ہیں، اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کے پاس جمع کرائے جائیں گے۔

☆☆☆☆

پاکستان کونسل برائے تحقیقات آبی وسائل

(پی' سی' آر' ڈبلیو' آر)

ڈاکٹر محمد اکرم کاہلوں

تعارف

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو دیگر نعمتوں کے ساتھ ساتھ بے شمار قدرتی وسائل سے نوازا ہے۔ جس طرح ان وسائل میں اضافہ اور ترقی ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ ضروری یہ ہے کہ دستیاب وسائل کا صحیح اور موثر استعمال کیا جائے۔

پاکستان کونسل برائے تحقیقات آبی وسائل کا بنیادی مقصد پانی کے ذرائع کو فروغ اور ترقی دینا اور پانی کے ضیاع کو کم کرنا ہے تا کہ زرعی' صنعتی اور گھریلو مقاصد کے لیے پانی کی بڑھتی ہوئی ضروریات پوری کی جا سکیں۔ اس کے علاوہ پانی کی کوالٹی کی جانچ پڑتال کرنا' زمینی پانی میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لینا اور صحرائی علاقے مثلاً چولستان میں فراہمی آب کے منصوبے تیار کرنا بھی کونسل کے مقاصد میں شامل ہے۔

پاکستان کونسل برائے تحقیقات آبی وسائل ایسی جدید ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے مصروفِ عمل ہے جس کے ذریعے کم سے کم پانی سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کی جا سکے۔ ریجنل آفس لاہور میں روایتی تحقیق سے ہٹ کر ایسی قابلِ عمل ریسرچ ہو رہی ہے جس کے ذریعے کاشتکاروں کی فنی رہنمائی کے ساتھ ساتھ انہیں جدید زرعی مشینی سہولیات بھی پہنچائی جاتی ہیں۔

مناسب جگہ اور گہرائی پر ٹیوب ویل لگانے کے لیے زیرِ زمین پانی کا سروے

فصلوں کی بہتر پیداوار حاصل کرنے کے لیے پانی کی بَر وقت فراہمی نہایت ضروری ہے۔ چونکہ نہری پانی پہلے ہی کم مقدار میں میسر ہے اور پچھلے کئی سالوں سے جاری خشک سالی نے اس میں مزید کمی پیدا کر دی ہے' لہٰذا کاشتکاروں کو فصلوں کی آبی ضروریات پوری کرنے کے لیے ٹیوب ویل لگانا پڑتے ہیں۔ زمینی پانی کی کوالٹی عموماً مختلف جگہوں اور گہرائی پر مختلف ہوتی ہے۔ زمیندار اپنے اندازے سے ٹیوب ویل لگاتے ہیں۔ خراب پانی نکلنے سے زمیندار کی ساری محنت اور لاگت ضائع ہو سکتی ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے ریجنل آفس لاہور میں ایک شعبہ موجود ہے جو زمیندار کی درخواست پر اس کے پورے رقبے کا سروے کرتا ہے اور جدید آلات اور تجربہ کار ماہرین کی مدد سے زمین میں سات سو فٹ کی گہرائی تک مختلف تہوں میں پانی کی مقدار اور خاصیت سے متعلق مستند معلومات فراہم کرتا ہے اور پورے رقبے میں سب سے صحیح پانی حاصل کرنے کے لیے ٹیوب ویل لگانے کی جگہ اور

گہرائی کا تعین کرتا ہے۔کونسل یہ خدمات نہایت مناسب معاوضے پر انجام دیتی ہے۔

ہمواریٔ زمین کے لیے لیزر لیولنگ ٹیکنالوجی

نہری اور چاہی علاقوں میں کھیتوں کو عام طور پر کھال/کیاری سسٹم کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے۔اس سسٹم کی بہتر کارکردگی کے لیے ضروری ہے کہ کھیت مکمل طور پر ہموار ہو۔ناہموار کھیت کے بہت سے نقصانات ہیں۔زمین اگر اونچی نیچی ہو تو زیادہ پانی دینا پڑتا ہے اور یوں قیمتی پانی کا ضیاع ہوتا ہے۔ناہموار کھیت میں نمی بھی ہر جگہ برابر نہیں ہوتی جس سے فصل کا اُگاؤ اور بڑھوتری متاثر ہوتی ہے۔کھیت کے اونچے حصوں کی صحیح سیرابی نہیں ہو پاتی۔نمکیات جمع ہو کر کلر اور تھور کا سبب بنتے ہیں۔نشیبی جگہوں پر پانی زیادہ جمع ہونے سے سیم بھی ہو سکتی ہے۔علاوہ ازیں کھادیں زمین کی نچلی تہوں میں چلی جاتی ہیں۔ان نقائص کے پیشِ نظر زمین کا ہموار ہونا اعلیٰ پیداوار کے لیے ازحد ضروری ہے۔

زمین کو ہموار کرنے کے مروّجہ طریقے نہ صرف محنت اور وقت طلب اور پیچیدہ ہیں بلکہ ان سے کھیت کا صحیح لیول حاصل کرنا قدرے مشکل بھی ہوتا ہے۔ان تمام مسائل کو حل کرنے کے لیے زرعی ماہرین نے ہمواریٔ زمین لیزر لیولنگ ٹیکنالوجی متعارف کروائی ہے۔لیزر لیولنگ کے چیدہ چیدہ فوائد یہ ہیں۔

۱- زمین بالکل ہموار ہونے سے 30 تا 50 فیصد پانی کی بچت حاصل ہوتی ہے۔
۲- کھیت میں اونچے نیچے مقامات ختم ہو جانے سے سیم اور تھور کا خدشہ ختم ہو جاتا ہے۔
۳- بڑے سائز کے پلاٹ بننے سے زرعی مشینری کا استعمال آسان ہو جاتا ہے۔
۴- کھالوں اور وٹوں میں کمی کے باعث زیرِ کاشت رقبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔
۵- بیج کا اُگاؤ یکساں ہوتا ہے اور کھاد یکساں طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔
۶- فصل کی پیداوار میں 30 سے 40 فیصد اضافہ ہوتا ہے۔

ان تمام فوائد کے پیشِ نظر کونسل برائے تحقیقات آبی وسائل کاشتکاروں کو لیزر لیولنگ ٹیکنالوجی مہیا کرتا ہے۔اس مقصد کے لئے ریجنل آفس لاہور کا عملہ کاشتکار کی درخواست پر نہ صرف اس کے رقبے کی لیزر لیولنگ کرتا ہے بلکہ اس ٹیکنالوجی سے دیرپا فوائد حاصل کرنے کے لیے کاشتکار کو رہنمائی بھی مہیا کرتا ہے۔

زیرو ٹیلج سیڈ ڈرل

(زیرو ٹیلج طریقہ تخم ریزی)

پاکستان کے بہت سے رقبے پر چاول کے بعد گندم کاشت ہوتی ہے۔روایتی طریقوں سے روانی کے بعد زمین تیار کرنے میں کافی وقت صرف ہوتا ہے۔نتیجتاً گندم کی کاشت میں تاخیر ہو جاتی ہے،جو پیداوار میں کمی کا باعث بنتی ہے۔اس مسئلے کے حل کے لیے زرعی ماہرین نے زیرو ٹیلج طریقہ تخم ریزی متعارف کروایا ہے۔جس کے تحت چاول کی کٹائی کے بعد بغیر زمین تیار کئے زیرو ٹیلج ڈرل کے ذریعے گندم کاشت کر دی جاتی ہے۔یہ مشین بیج اور کھاد ایک ساتھ ڈرل کر سکتی ہے۔اس سے نہ صرف پانی اور زمین کی تیاری کے خرچہ کی بچت ہوتی ہے بلکہ وقت پر کاشت سے پیداوار میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔زمیندار ریجنل آفس لاہور سے رابطہ کر کے اس نئی ٹیکنالوجی کی تمام مشینی اور فنی سہولیات سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

کھیلیوں پر گندم، مکئی اور دھان کی کاشت

(بیڈ اینڈ فروشیپر)

تحقیق و تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ صرف کھیلیوں پر فصلوں کی کاشت کرنے سے 25 تا 30 فیصد پانی کی بچت ہوتی ہے۔ فصل گرنے سے محفوظ رہتی ہے اور پیداوار میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ کھیلیوں پر فصل کاشت کرنے کے لیے کھیلیاں اور وٹیں بنانے والی مشین ایجاد کی گئی ہے۔ یہ مشین تیار شدہ زمین میں کھیلیاں بنا کر ان پر بیج اور کھاد ایک ساتھ ڈرل کرتی ہے۔ اس سلسلے میں ریجنل آفس کاشتکاروں کو مکمل فنی رہنمائی کے ساتھ بیڈ اینڈ فروشیپر مشین فراہم کرتا ہے۔

ریجنل آفس لاہور میں مندرجہ ذیل ٹریکٹر سے چلنے والے زرعی آلات کاشتکاروں کی بروقت ضرورت پوری کرنے کے لیے دستیاب ہیں۔

۱- سادہ ہل

۲- کھال بنانے والی ہل

۳- فرنٹ بلیڈ (آگے سے مٹی ہٹانے کے لیے)

۴- سادہ کراہ

۵- وٹیں بنانے والی ہل

مٹی اور پانی کے تجزیہ کی لیبارٹری

زرعی پیداوار میں کمی کی بے شمار وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کاشتکار کو اپنی زمین کے متعلق صحیح علم نہیں ہوتا کہ اس میں کیا کمی ہے اور اسے کیسے پورا کیا جائے۔ زمینی پانی کی کوالٹی کیسی ہے اور اسے کیسے بہتر بنایا جائے۔ ان تمام معلومات کے لیے مٹی اور پانی کا تجزیہ نہایت ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے ریجنل آفس لاہور میں ایک لیبارٹری قائم کی گئی ہے۔ کونسل کا عملہ مٹی اور پانی حاصل کرنے اور تجزیے کی بنیاد پر زمین اور پانی کی اصلاح کے لیے کاشتکاروں کی پوری رہنمائی کرتا ہے۔

پاکستان کونسل برائے تحقیقات آبی وسائل نے حال ہی میں گورنمنٹ کی ہدایت پر تقریباً چار کروڑ روپے کی لاگت سے ایک بہت بڑا قومی منصوبہ شروع کیا ہے جس کے مطابق پورے ملک میں پانی میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لینے کے لیے 300 مقامات (اکیس بڑے شہر، پانچوں دریا اور دس بڑے آبی ذخائر) سے پانی کے نمونے سال میں دو دفعہ اکٹھے کیے جاتے ہیں۔ کونسل کے ہیڈ آفس اسلام آباد کے علاوہ ہر علاقائی مقام پر نہایت جدید قسم کی تجزیاتی لیبارٹریز قائم کی گئی ہیں۔ جن میں پانی کا ہر قسم کا تجزیہ ممکن ہے۔

ریجنل آفس لاہور کے تیار کردہ سائنسی آلات

ریجنل آفس لاہور میں ایک ایسا شعبہ بھی قائم کیا گیا ہے جو مختلف سائنسی آلات تیار کر رہا ہے۔ یہ آلات پودوں اور فصلوں کی بروقت آبپاشی کی نشاندہی اور آبپاشی کے جدید طریقوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان آلات کی مدد سے پانی کا ضیاع کم ہوتا ہے اور فصل کی پیداوار بھی بہتر ہوتی ہے۔ پہلے یہ آلات باہر کے ممالک سے درآمد کئے جاتے تھے، جن پر کثیر زرمبادلہ صرف ہوتا تھا لیکن اب کونسل ان تمام آلات کو مقامی طور پر تیار کر رہی ہے جو معیاری بھی ہیں اور کم قیمت بھی۔ مختلف زرعی تحقیقی ادارے یہ آلات آبپاشی سے متعلق مختلف تجربات میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان آلات کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

ٹینشومیٹر

کاشتکار اپنے اندازے سے فصل کی آبپاشی کرتے ہیں۔ وقت سے پہلے

آبپاشی پانی کے ضیاع کا سبب بنتی ہے، جبکہ دیر سے آبپاشی پیداوار کو متاثر کرتی ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ٹینشومیٹر تیار کیا گیا ہے، جو جڑوں کے اردگرد نمی کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ پیلے سبز اور سرخ نشانات والا یہ آلہ کھیت کے مختلف مقامات پر زمین میں اس گہرائی تک نصب کیا جاتا ہے۔ جہاں سے پودے کی زیادہ تر جڑیں پانی حاصل کرتی ہیں۔ اس آلے کا استعمال نہایت آسان ہے۔ گیج کی سوئی جب تک سبز رنگ پر رہے گی تو فصل کو آبپاشی کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیلے رنگ پر سوئی آبپاشی کا انتظام کرنے کی نشاندہی کرتی ہے جبکہ سرخ رنگ پر سوئی فصل کو فوری آبپاشی کا پیغام دیتی ہے۔

جپسم بلاک

یہ آلہ بھی زمین میں نمی ماپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اس آلے کا مقصد ٹینشومیٹر سے ملتا جلتا ہے لیکن ٹینشومیٹر ایک خاص حد تک نمی ماپ سکتا ہے۔ بعض پودے یا فصلیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں زمین کافی خشک ہونے کے بعد آبپاشی کی جاتی ہے ایسے حالات میں جپسم بلاک نہایت کارآمد ہے۔

ٹریکل اریگیشن سسٹم

آبپاشی کا یہ نظام باغات کے لیے انتہائی مفید ہے۔ باغوں کو کئی طریقوں سے پانی دیا جاتا ہے لیکن ہر طریقے میں پانی کی اچھی خاصی مقدار ضائع ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ غیر ضروری جگہوں پر پانی لگنے سے جڑی بوٹیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ٹریکل طریقہ آبپاشی میں پانی پائپوں کے ذریعے پودوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ جہاں قطرہ قطرہ کرکے ہر پودے کو پانی دیا جاتا ہے۔ پانی صرف پودوں کو ان کی ضرورت کے مطابق ملتا ہے۔ اس طرح پانی کے ضیاع کی مکمل روک تھام ممکن ہو جاتی ہے۔ ریجنل آفس یہ طریقہ آبپاشی کھیت/ باغ میں لگانے اور چلانے میں مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس میں کنٹرول والو کے ذریعے پانی کو کم یا زیادہ کرنے کی سہولت موجود ہوتی ہے۔

ببلر اریگیشن سسٹم

یہ طریقہ ٹریکل اریگیشن سے ملتا جلتا ہے لیکن اس طریقے میں پائپ زمین میں ڈیڑھ دو فٹ گہرے دبا دیئے جاتے ہیں۔ ہر پودے کے تنے کے قریب پائپ زمین سے باہر نکال کر اس پر ایک ببلر لگا دیا جاتا ہے۔ جس کی مدد سے ہر پودے کو اس کی ضرورت کے مطابق پانی دیا جا سکتا ہے۔

سب سائیل اریگیٹر

یہ ایک ایسا طریقہ آبپاشی ہے جس میں پودوں کو پانی زیرِ زمین مسام دار پائپوں کے ذریعے دیا جاتا ہے۔ پانی کی مناسب مقدار پودوں کو ملتی رہتی ہے اور پودا پانی کی کمی کا شکار نہیں ہوتا۔ عام طریقہ آبپاشی میں پانی جب تک سطح زمین سے جذب ہو کر جڑوں تک پہنچتا ہے تو اس کی کافی مقدار بخارات بن کر ضائع ہو جاتی ہے جبکہ سب سائیل اریگیٹر سے پانی کا یہ ضیاع ختم ہو جاتا ہے۔ ریجنل آفس اس طریقہ آبپاشی کے لئے ہر قسم کی فنی رہنمائی مہیا کرتا ہے۔

سپرنکلر اریگیشن سسٹم

اس طریقہ میں پھوار کے ذریعے پودوں کی آبپاشی کی جاتی ہے۔ گھاس کے لان، نرسریوں اور چھوٹے باغیچوں کے لیے یہ طریقہ نہایت کارآمد ہے۔ اونچی نیچی جگہوں اور ڈھلوانوں پر پودوں کو پانی کی یکساں مقدار مہیا ہوتی ہے۔ پودے دھل جاتے ہیں اور قدرتی بارش کی طرح ماحول نہایت خوشگوار ہو جاتا ہے۔ دلچسپی لینے والے

حضرات ریجنل آفس سے رابطہ کریں۔

سلینیٹی سینسر

یہ آلہ زمین میں موجود نمکیات کی شدت معلوم کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

سائل واٹرا یکسٹریکٹر

یہ آلہ زیرِ زمین پانی کے نمونے حاصل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

واٹر لیول انڈیکیٹر

یہ آلہ زیرِ زمین پانی کی سطح معلوم کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ڈبل رنگ انفلٹر و میٹر

یہ آلہ زمین میں پانی جذب کرنے کی خاصیت معلوم کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

کلاس اے ایویپوریشن پین

اس کی مدد سے پانی کی وہ مقدار ماپی جاتی ہے جو روزانہ بخارات بن کر اڑتی ہے۔ اسی مقصد کی بنیاد پر تمام فصلوں کی آبی ضرورت بھی معلوم کی جاسکتی ہے۔

کٹ تھروٹ فلیوم

اس کی مدد سے پانی کا ڈسچارج معلوم کیا جاتا ہے تاکہ کھیت کو پانی کی مطلوبہ مقدار لگائی جاسکے۔

رین گیج

اس آلہ کی مدد سے بارش ماپی جاتی ہے تاکہ اس حساب سے فصلوں کو کم پانی دیا جا سکے۔

واٹر برڈ

یہ آلہ گھروں میں استعمال ہونے والی پانی کی ٹینکیوں کے لیے ایجاد کیا گیا ہے جو ٹینکی بھرنے کی بروقت نشاندہی کرتا ہے۔ جس سے پانی ضائع نہیں ہوتا اور نہ ہی فالتو پانی بہنے سے گھروں کے در و دیوار خراب ہوتے ہیں۔

لیسی میٹر سٹڈیز کی سفارشات

ریجنل آفس کا ایک مستقل شعبہ لیسی میٹر سٹڈیز کر رہا ہے جس کی مدد سے مختلف فصلوں کی آبی ضروریات، زیرِ زمین پانی کی سطح کے لحاظ سے معلوم کی جاتی ہیں۔ تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ زیرِ زمین پانی کی سطح بلند ہونے سے فصلوں کی آبی ضروریات کافی حد تک زیرِ زمین پانی ہی سے پوری ہو جاتی ہیں اور نسبتاً کم تعداد میں آبپاشی درکار ہوتی ہے۔ تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ اگر زیرِ زمین پانی کی سطح ایک میٹر تک ہو تو فصل اپنی آبی ضروریات زیادہ تر اسی پانی سے پوری کر لیتی ہے۔ صرف کھاد دینے کے لیے ہلکا سا پانی لگا دینا چاہیے۔ زیرِ زمین پانی کی سطح دو میٹر تک رہنے کی صورت میں فصل کی 50 فیصد آبی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ اگر زیرِ زمین پانی کی سطح تین میٹر سے زائد ہو تو پھر فصل یہ پانی استعمال نہیں کر سکتی اور فصل کی تمام آبی ضروریات آبپاشی کی صورت میں پوری کرنی چاہئیں۔

لائبریری

جدید زرعی علوم سے روشناس کرانے کے لیے ریجنل آفس لاہور میں ایک لائبریری قائم کی گئی ہے جس میں پانی اور زراعت کے مختلف موضوعات پر کتابیں، رسالے اور جرائد موجود ہیں۔ کونسل کے علاوہ ملک کے مختلف اداروں میں ہونے والی زرعی تحقیق پر رپورٹیں بھی لائبریری میں منگوائی جاتی ہیں۔ اردو میں زرعی لٹریچر بھی دستیاب ہے۔ جس سے پڑھے لکھے کاشتکار بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆

ناظم یونین کونسل تراپ (اٹک)

ملک اعتبار خان

محمد صابرین

اٹک شہر سے تقریباً 150 کلو میٹر اور انجرا ریلوے سٹیشن سے 10 کلو میٹر دور دریائے سواں کے کنارے یونین کونسل تراپ واقع ہے۔ یہ یونین کونسل گاؤں تراپ،ھد ووالی،بروالہ،امن پور اور چند ایک اضافی آبادیوں پر مشتمل ہے۔

ضلعی نظام کے متعارف ہونے کے بعد اس یونین کونسل میں بھی خاطر خواہ ترقیاتی کام ہو رہے ہیں اور عوام کو زندگی کی بنیادی سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں۔ یونین کونسل تراپ کے ناظم و رکن ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن ملک اعتبار خاں نے ماہنامہ ''پاک جمہوریت'' کے لئے انٹرویو دیتے ہوئے بتایا:

سوال: آپ کی یونین کونسل میں کون کون سے ترقیاتی کام ہو چکے ہیں؟

جواب: جب سے ضلعی حکومتوں کا نظام متعارف ہوا ہے،ریکارڈ ترقیاتی کام ہو رہے ہیں۔ گذشتہ دو سالوں میں جو ترقیاتی کام ہوئے ہیں ان کے ہونے کی بالکل امید نہ تھی۔ گذشتہ دور میں صرف وعدے ہوتے رہے ہیں لیکن عملی طور پر کوئی کام نہ ہوا،مثلاً یہاں کے اکثر گاؤں بجلی اور صاف پانی کی سہولت سے محروم تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک کروڑ 25 لاکھ روپے کی لاگت سے بروالہ،امن پور،رتی ونڈی،ڈھوک پیڑہ اور ڈھوک اگال کو بجلی کی سہولت فراہم کر دی گئی ہے۔ جبکہ ڈھوک سرفراز اور ڈھوک سکھوان شمالی کو فراہمی آب کے منصوبوں پر کام جاری ہے جس پر تقریباً 2 کروڑ روپے لاگت آئے گی۔

سوال: ذرائع آمد و رفت کی کون کون سی سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں؟

جواب: اس حوالہ سے سب سے اہم اور

دیرینہ مسئلہ جو حل ہوا ہے وہ ہے دریائے سواں پر پُل بنانے کی منظوری، جس کا سنگِ بنیاد وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی نے 28 جنوری کو اپنے دورہ اٹک کے موقع پر رکھا۔ اس پُل پر تقریباً 10 کروڑ روپے لاگت آئے گی اور اسے رواں سال کے آخر تک مکمل کرنے کی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ دریائے سواں پر پُل بنانے کی منظوری دلوانے میں رکن صوبائی اسمبلی پیر عباس محی الدین اور ضلع ناظم میجر (ر) طاہر صادق کی کوششیں شامل ہیں۔ اسی لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس پُل کا نام ''پیر پُل'' رکھا ہے۔ اس پل کی تعمیر سے ضلع اٹک کے علاوہ میانوالی، چکوال، خوشاب اور سرگودھا اضلاع کے عوام بھی مستفید ہوں گے اور ترقی کا نیا دور شروع ہوگا۔

سوال: آپ کی یونین کونسل میں تعلیمی سہولیات کہاں تک میسر ہیں؟

جواب: ہماری یونین کونسل میں لڑکوں کے لیے ایک ہائر سیکنڈری سکول، دو ہائی سکول، چار مڈل سکول جبکہ لڑکیوں کے لیے دو مڈل سکول موجود ہیں۔

سوال: علاقہ کی ترقی کے لیے مستقبل میں آپ کی کیا ترجیحات ہیں؟

جواب: مستقبل کی ترجیحات میں اضافی آبادیوں کو بجلی و صاف پانی کی فراہمی کے علاوہ سوئی گیس کی فراہمی شامل ہے۔

سوال: آپ ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن کے رکن بھی ہیں اس شعبہ میں کیا پیش رفت ہوئی ہے؟

جواب: اس ادارہ کے قیام کا مقصد پولیس اور عوام کے درمیان دوستانہ فضا پیدا کرنا ہے اور عوام کے دلوں سے پولیس کا خود ساختہ خوف دور کرنا اور انہیں احساس دلانا ہے کہ پولیس ان کی حفاظت کے لیے ہے نہ کہ انہیں خوف زدہ کرنے کے لیے۔

سوال: اب تک ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن کتنے لوگوں کے مسائل حل کرا چکا ہے؟

جواب: اب تک کمیشن کو مختلف نوعیت کی چالیس درخواستیں موصول ہوئیں جن میں عوام نے محکمہ پولیس کے خلاف مختلف شکایات کی تھیں۔ کمیشن نے مکمل چھان بین کے بعد پولیس کے تین اسسٹنٹ سب انسپکٹر معطل کیے جبکہ کچھ شکایات کی چھان بین ہو رہی ہے جبکہ کچھ معاملات کا پولیس اور متعلقہ افراد کے درمیان باہمی رضا مندی سے فیصلہ کر دیا گیا ہے۔

سوال: نئے نظام کے آنے کے بعد آپ کیا تبدیلی محسوس کرتے ہیں؟

جواب: نیا نظام بلاشک وشبہ تبدیلی لایا ہے عوام کے مسائل مقامی سطح پر حل ہو رہے ہیں اور کروڑوں روپے کی لاگت سے وہ ترقیاتی کام ہو رہے ہیں جن کی ماضی میں عوام کو بالکل امید نہ تھی۔ نئے نظام سے ترقیاتی کاموں کا نیا دور شروع ہوا ہے اور واضح تبدیلی رونما ہوئی ہے۔

☆☆☆☆

مینارٹی رائٹس کمیشن آف پاکستان

پس منظر

آزادی کے بعد نصف صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود پاکستانی ریاست اور معاشرے کو جمہوری بنیادوں پر استوار کرنے کا عمل کمزور اور غیر مستحکم رہا ہے۔ ملک میں وسائل کی تقسیم، پالیسی سازی اور دیگر ریاستی اداروں پر بھی چند مخصوص لوگوں کی اجارہ داری رہی ہے جس سے عوام کی بھاری اکثریت ترقی کے ثمرات سے محروم رہی ہے۔

پاکستان کے مخصوص سیاسی، سماجی اور معاشی تناظر میں محروم اور پسماندہ گروہوں بالخصوص اقلیتوں کے معاملات خاص توجہ کے مستحق ہیں۔

ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے چند باشعور شہریوں سیاسی اور انسانی حقوق کے کارکنوں، ریسرچ سکالروں اور ترقیاتی کارکنوں نے مل کر ایک آزاد کمیشن تشکیل دیا ہے تا کہ عوامی اور ریاستی سطح پر اقلیتوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ ان کی قوتوں کو متحرک کر کے مشترکہ اقدام کے لئے پلیٹ فارم مہیا کیا جائے جو پالیسی اور قانون سازی کے عمل میں ان کی منصفانہ شرکت کا ذریعہ بنے۔

تعارف

مینارٹی رائٹس کمیشن آف پاکستان ایک آزاد، غیر منافع بخش اور غیر جانبدار تنظیم ہے۔ یہ کمیشن مختلف اقلیتوں کو اکٹھا کرنے، حالات کا گہرا تجزیہ کرنے، پالیسی کا جائزہ لینے اور مشترکہ رائے بنانے کے لیے کام کرے گا۔ کمیشن حقوق کے حصول کے لیے کوشاں قومی، علاقائی اور عالمی تحریکوں، ریسرچ اداروں، امن اور انسانی حقوق کے سرگرم نیٹ ورکس سے قریبی تعلق رکھنے والے اقلیتی گروپوں کی معاونت کرے گا تا کہ وہ ناانصافی، عدم مساوات اور امتیازات کے خاتمے کے لیے جدوجہد کریں اور مختلف سیاسی اور سماجی قوتوں کے ساتھ جمہوری مکالمے کا حصہ بن سکیں۔

دائرہِ کار

کمیشن جمہوری سیکولر اور پُر امن معاشرے کے قیام کے لیے جدوجہد کرے گا۔

مشن

اس ادارے کا مشن انسانی مساوات کے اصولوں کو فروغ دینا اور امتیازی قوانین اور رویوں کا خاتمہ ہے تا کہ ایسا منصفانہ، تعمیری اور شرکتی ماحول میسر ہو جس میں اقلیتوں کی سیاسی اور سماجی توانائیاں قومی دھارے کا حصہ بن سکیں۔

مقاصد

☆ اقلیتوں کے خلاف امتیازی پالیسیوں، قوانین اور رویوں کی نشاندہی اور ان کے خاتمے کی کوششیں کرنا۔

☆ اجتماعی اقدامات کے لیے اقلیتوں

اقلیتوں کے حقوق

تفصیلات
اندرونی
صفحات پر

کو مشترکہ پلیٹ فارم مہیا کرنا۔

☆ اقلیتوں کی صورت حال اور مسائل پر ٹھوس تحقیقی مواد تیار کرنا۔

☆ تحقیق کے نتائج کو عوامی مباحثوں اور پالیسی فورمز میں پیش کرنا، مختلف سیاسی اور سماجی حلقوں کے ساتھ مشاورتی اجلاس منعقد کر کے متبادل پالیسیاں وضع کرنا۔

☆ سیاسی اور جمہوری قوتوں کے ساتھ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے وسیع تر اتفاق رائے پیدا کرنا۔

بنیادی حکمت عملی

☆ اقلیتوں اور محروم سماجی گروہوں کے حالات و مسائل پر تحقیق کرنا۔

☆ پالیسی ایشوز پر اپنا موقف پیش کرنا اور ایڈووکیسی کرنا۔

☆ انسانی حقوق کی پامالی کے واقعات کی تفصیلات اکٹھی کرنا۔

☆ سیمینارز، فورمز، مشاورتی اجلاسوں، ورکشاپس کے ذریعے عوامی مکالمے کو فروغ دینا۔

☆ ریاستی پالیسیوں اور عمومی سماجی رویوں کو تبدیل کرنے کے لیے سول سوسائٹی کی وسیع تر حمایت حاصل کرنا۔

☆ امن، ہم آہنگی، رواداری، جمہوریت کو فروغ دینے کے لیے الیکٹرانک اور پرنٹ مواد کی ترویج و اشاعت کرنا۔

☆ پاکستان میں اقلیتوں کے مسائل، حقوق اور تاریخی کردار کے حوالے سے معلومات مرتب کرنا۔

☆ جمہوری حقوق اور انسانی تحفظ کے معاملات پر سیاسی اور سماجی قوتوں کے ساتھ مل کر کام کرنا۔

☆ محروم طبقات اور اقلیتوں کی جدوجہد کو پاکستان، جنوبی ایشیا اور دنیا کے دوسرے خطوں کی ہم خیال قوتوں سے ہم آہنگ کرنا۔

بنیادی قدریں

☆ جمہوری اور سیکولر اقدار پر یقین

☆ مذہب، صنف، ذات اور سیاسی وابستگی سے بالاتر ہو کر مساوی شہریت کے حقوق پر یقین۔

☆ امن، رواداری اور سماجی انصاف پر یقین، آزادی، فکر و اظہار اور اکٹھ کی آزادی، وسائل تک سب کی یکساں رسائی پر یقین۔

☆ لوگوں کو انفرادی یا اجتماعی طور پر آزادانہ سیاسی عمل میں حصہ لینے کا حق حاصل ہو۔

☆ تنوع اور اختلاف رائے کا احترام

کام کے اصول

☆ محروم اور پسماندہ طبقات کی حمایت میں سرگرم عمل ہونا۔

☆ ہم خیال تنظیموں اور قوتوں کے ساتھ مل کر کام کرنا

☆ تخلیقی کاموں اور نئے تجربات کی حوصلہ افزائی کرنا۔

☆ کمیشن کے کام پر مسلسل تنقیدی غور و فکر

☆ پُر امن، جمہوری طریقوں سے ایڈووکیسی اور موبلائزیشن کرنا۔

کمیشن کی ممبرشپ

کمیشن ممبران پر مشتمل ایک تنظیم ہے۔ تمام پاکستانی جو اقلیتوں کے مساوی حقوق پر یقین رکھتے ہوں اور کمیشن کے چارٹر اور قدروں سے متفق ہوں ذات، مذہب، زبان، صنف اور قومیت کی تمیز کے بغیر کمیشن کے ممبر بن سکتے ہیں۔

مالی وسائل

کمیشن کے مالی وسائل ممبران کی رکنیت فیس اور امداد سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ کمیشن انسانی حقوق، جمہوریت، امن اور مساوات کے فروغ کے لیے کوشاں افراد، تنظیموں اور اداروں سے بھی مالی امداد حاصل کرتا ہے۔

☆☆☆☆

ایک باہمت نوجوان .... افتخار احمد سلہری

انہوں نے معذوری کو مجبوری نہ بننے دیا اور ترقی کی منازل طے کرتے رہے

محمد نعیم مرتضیٰ

جینے کو تو سبھی جیتے ہیں مگر ہر ایک کے جینے میں ایک الگ سی متانت اور سبق پوشیدہ ہوتا ہے۔ہم میں سے بعض تو اس زندگی کو بوجھ سمجھ کر جیتے ہیں اور بعض زندگی کے لئے بوجھ بن جاتے ہیں۔ ایسے میں وہ لوگ کس قدر لائق تحسین ہیں جو نہ صرف اپنا بوجھ اٹھاتے ہیں بلکہ دوسرے کے بوجھ کو بھی بانٹتے ہیں۔اگر ایسا انسان کسی معذوری کا شکار ہو تو اس کی ہمت اور زندگی تو بذات خود ایک مثال بن جاتی ہے۔افتخار احمد سلہری بھی ایسے ہی لوگوں میں شامل ہیں جن کی زندگی جہدِ مسلسل اور عزم پیہم کی سچی تصویر ہے۔یہ باہمت نوجوان پولیو کی وجہ سے عملی زندگی میں چلنے پھرنے سے معذور ہے' مگر انہوں نے عملی میدان میں اس قدر قدم آگے بڑھائے ہیں کہ ٹانگوں والے بیشتر افراد کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ انہوں نے ایم اے سیاسیات' ایم اے انگریزی ادب' ایم اے اسلامیات' ایم ایڈ کر رکھا ہے اور اب پی ایچ ڈی کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ پیشے کے اعتبار سے معلم ہیں اور علم کے فروغ کو اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا ہے۔اس قابل قدر شخص سے آپ بھی ملئے اور دیکھئے کہ ہم قدرت کی کتنی نعمتوں کے باوجود کام نہیں کر سکتے جو موصوف نے معذوری کے باوجود کر دکھایا۔

س: معذوری آپ کے حصے میں کس عمر میں آئی؟

ج: میں تقریباً ڈیڑھ برس کا تھا کہ پولیو کے موذی مرض نے مجھ سے میری ٹانگیں چھین لیں۔اس لئے جب شعور کی منزل میں پہنچا تو خود کو اسی حالت میں پایا۔

س: آپ کا تعلق کس علاقے سے ہے؟

ج: میں ۲۸ مئی ۱۹۷۶ء کو ضلع سیالکوٹ کے علاقے چار واہ بنی سلہریاں میں پیدا ہوا تھا۔بندو ہاشم خان اس علاقے کا ایک معزز خاندان ہے' میں اسی گھرانے کا فرد ہوں۔میرے دادا چودھری کریم بخش یونین کونسل چار واہ معراجکے کے چیئرمین رہے۔وہ علاقے کی ممتاز سماجی شخصیت تھے۔

س: تعلیم میں دلچسپی کس طرح ہوئی؟

ج: گو میرے والد خود تو ناخواندہ تھے مگر ان کو اس بات کا بہت شوق تھا کہ ان کے بچے تعلیم حاصل کریں۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہماری تعلیم کا بندوبست کیا۔ میرے بڑے بھائیوں نے بھی تعلیم حاصل کی۔میں بھی اسی طرح تعلیم کی منازل طے کرتا رہا۔میرے ایک بھائی

ماسٹر ریاض احمد سلہری نے بھی مجھ پر بہت توجہ دی۔ شروع میں مَیں پڑھائی میں کچھ کمزور تھا البتہ کھیلوں میں بڑی دلچسپی لیتا تھا۔ ایسے میں میری والدہ نے مجھے خاص طور پر تعلیم کی طرف مائل کیا۔ انہوں نے میرے اندر تعلیم کا شوق پیدا کیا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ تعلیم کے بغیر میں ایک بیکار اور اپاہج شخص کی زندگی گزاروں گا اور صرف تعلیم ہی میرا مقدر سنوار سکتی ہے۔ ان کا خیال واقعی درست ثابت ہوا اور تعلیم نے ہی مجھے یہ باعزت مقام عطا کیا ہے۔ پھر تو میں نے اس قدر محنت کی کہ پانچویں کے امتحان میں نہ صرف اپنی جماعت اور سکول بلکہ پورے سنٹر میں ٹاپ کیا۔ اس کامیابی میں میرے استاد محترم خرم حیات صاحب کا نمایاں ہاتھ ہے۔ چھٹی میں پہنچا تو میرے سکول آنے جانے کا مسئلہ تھا لہٰذا میرے بھائی اعجاز احمد نے مجھے سائیکل لے دیا، جس پر محلے کا کوئی لڑکا مجھے سکول لے جاتا اور گھر لاتا تھا۔ اس طرح میں آٹھویں جماعت میں پہنچ گیا۔ مڈل میں بھی میں نے اپنے سکول میں ٹاپ کیا۔ اس سلسلے میں میرے مشفق استاد محترم ماسٹر صابر حسین صاحب نے میری بھرپور رہنمائی کی۔ وہ میرے آئیڈل اساتذہ میں سے ہیں۔

مڈل کرنے کے بعد میں لاہور آ گیا۔ یہاں میری بڑی ہمشیرہ اور ان کے میاں محترم فضل احمد رہتے ہیں۔ قدرت نے ان کی گود سونی رکھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا اور اپنے بیٹے کی طرح میری پرورش شروع کر دی۔ ان دونوں نے مجھے ماں باپ سے بڑھ کر پیار دیا اور میری مزید ڈھارس بندھائی اور مجھے امید دلائی کہ ایک دن میں بڑا آدمی بنوں گا۔ مجھے ایک ٹرائی سائیکل لے کر دی اور ساتھ ہی مجھے کمپری ہینسو ہائی سکول گھوڑے شاہ میں داخلہ دلوایا۔ ۱۹۹۲ء میں مَیں نے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کیا۔ اس کے بعد میں نے اسلامیہ کالج سول لائنز میں داخلہ لیا اور وہاں سے ۱۹۹۴ء میں ایف اے، ۱۹۹۶ء میں بی اے اور ۱۹۹۸ء میں ایم اے انگلش کیا۔ اگلے سال میں بہاولپور چلا گیا اور ۱۹۹۹ء میں وہاں سے ایم اے سیاسیات کیا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اور میں نے گورنمنٹ کالج فار ایجوکیشن سے ۲۰۰۱ء میں بی ایڈ کر لیا۔ ۲۰۰۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کیا اور اسی سال ایم ایڈ ٹیچرز ایجوکیشن کی ڈگری حاصل کی ہے۔

س: زبردست! گویا تعلیم کے میدان میں آپ سرپٹ بھاگتے رہے اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا؟

ج: الحمد للہ یہ سب میرے رب کا کرم ہے میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے اور میں اب پی ایچ ڈی کی تیاری کر رہا ہوں امید ہے کہ میرا یہ خواب بھی پورا ہو جائے گا۔

س: اپنے خاندان میں غالباً آپ سب سے زیادہ تعلیم یافتہ فرد ہوں گے؟

ج: جی صرف اپنے خاندان میں نہیں بلکہ اپنے آبائی علاقے یونین کونسل چارواہ اور اپنے موجودہ قیام گاہ گلستان ٹاؤن نیو شاد باغ میں بھی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ شخص ہوں۔

س: زندگی میں کس قسم کی مشکلات کا زیادہ سامنا کرنا پڑا؟

ج: سب سے بڑی مشکل لوگوں کا مذاق اڑانا تھا۔ شروع میں اکثر سکول کے ساتھی اور دوسرے لوگ تضحیک کا نشانہ بناتے، جس

سے اکثر دلبرداشتہ بھی ہو جاتا تھا۔ جب میں ٹرائی سائیکل پر سکول یا کالج جاتا تو اس پر بھی کئی لوگ میرا مذاق اڑاتے اور طنزیہ لہجے میں اسے ''ریڑھی'' کہتے۔ جس سے میرا دل تو دُکھتا ہی تھا مگر اس سے میرے مربی چوہدری فضل صاحب کو اس قدر رنج ہوتا کہ بعض اوقات وہ ایسی باتیں سن کر رو دیتے تھے۔ ان کے آنسو میرے زخموں پر مرہم کا کام کرتے تھے اور میں اپنا دکھ بھول کر ان کی دلجوئی کرتا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ آج میں جو کچھ بھی ہوں بیگم و چوہدری فضل احمد سلہری صاحب کی وجہ سے ہوں۔ جن کا احسان میں کبھی نہیں اتار سکتا۔ ان کی ڈھارس اور بادِ مخالف ہی دراصل میری بلند پروازی کا باعث بنی اور میں نے لوگوں کی باتوں کو چیلنج سمجھ کر قبول کر لیا اور کچھ ''بن'' کر دکھانے کا عزم کر لیا۔ اپنے اساتذہ کی شفقت کی وجہ سے بھی میرے اندر ان مسائل سے لڑنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا تھا جو لوگوں کی طرف سے پیدا ہوتے تھے۔ میرے اساتذہ میں صابر حسین صاحب مرحوم' چوہدری ریاض احمد سلہری' خالد حبیب صاحب' ارشد محمود صاحب' برکت پرواز مرحوم صاحب' سعد اللہ شاہ صاحب' رضوان ممتاز علی صاحب' ڈاکٹر ممتاز اختر صاحبہ جیسی ہستیوں نے میری شخصیت کو نکھارنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کی وجہ سے ہی میں اس مقام پر پہنچا ہوں۔

س: اب تو وہ سب تنقید کرنے والے بھی نادم ہوں گے جب کہ آپ کے گھر والوں کا سر فخر سے بلند ہوگا؟

ج: بالکل! یہ سب مجھ سے پیار کرنے والوں کی محنت اور دعاؤں کا ہی تو ثمر ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میرے دادا مرحوم مجھ سے بہت پیار کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میرا پوتا بڑا ہو کر خوب نام کمائے گا۔ اس دور میں جنرل ٹکا خان کا نام خاصی شہرت کا حامل تھا۔ اسی نسبت سے میرے دادا کہتے کہ ان کا پوتا بھی ''ٹکا خاں'' بنے گا۔ لیکن قدرت کے اپنے فیصلے ہیں۔ میں اپنی جسمانی خامی کی وجہ سے فوج میں نہیں جا سکتا تھا' اس خواب کو میں نے اپنے عمدہ تعلیمی ریکارڈ سے پورا کرنے کی کوشش کی اور اپنے دادا کی خواہش کو پورا کر دیا۔

س: گویا آپ نے معذوری کو مجبوری نہیں بننے دیا بلکہ اس مشکل کو اپنے لئے ہتھیار بنا لیا اور حالات کو چیلنج سمجھتے ہوئے ان سے نبرد آزما ہو گئے؟

ج: دراصل میں نے اپنی زندگی کی کتاب سے ''معذور'' کا لفظ ہی نکال دیا تھا۔ ویسے بھی معذوری کا مطلب مجبوری نہیں ہوتا۔ معاشرے کا عضوِ معطل تو وہ لوگ ہیں جو قدرت کی دی ہوئی نعمتوں کا استعمال نہیں کرتے اور محض حالات کا رونا روتے رہتے ہیں۔ میں نے اپنے تعلیمی سفر میں اپنا بوجھ خود اٹھایا۔ اپنی ٹرائی سائیکل پر خود سکول جاتا اور کسی کے لئے بوجھ نہیں بنا۔ بعد میں مَیں نے موٹر سائیکل لے لی اور کسی حد تک مجھے سہولت میسر آئی۔ مطلب یہ کہ میں نے کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا' بلکہ زندگی کے اس سفر میں اپنے لئے راستہ خود بنایا۔ لوگوں کے استہزاء نے میرے اندر آگے بڑھنے کا ولولہ پیدا کیا۔

س: غالباً یہ تعلیم کا فیضان ہی ہے کہ آپ مثبت انداز میں سوچتے ہیں خود کو ایک نارمل انسان تصور کر کے خوش نظر آتے ہیں؟

ج:یقیناً یہ تعلیم ہی کی بدولت ممکن ہوا۔اسی نے میرے جیون کی راہیں منور کیں اور میں نے اپنے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو پہچانا۔علم نے ہی مجھے جینے کا قرینہ بخشا۔اسی سے مجھے سبق ملا کہ ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خامی یا کمزوری ضرور ہوتی ہے'وہ جسمانی بھی ہوسکتی ہے'اخلاقی بھی ہوسکتی ہے اور ذہنی بھی ۔میں تو خوش قسمت ہوں کہ محض جسمانی خامی میں مبتلا ہوں۔انسان کا اصل کمال اور ہنر تو اپنی خامیوں کوتاہیوں اور کمزوریوں پر قابو پا کر خود کو فعال شخص ثابت کرنا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی اسی فلسفہ پر عمل کیا اور ایک مطمئن زندگی گزار رہا ہوں۔

س:ذریعہ معاش کا کیا سلسلہ ہے؟

ج:ابھی میں نے بی اے کیا تھا کہ علاقے کے کئی لوگ میرے پاس آئے اور اپنے بچوں کو مجھ سے پڑھانے کی ضد کرنے لگے چنانچہ میں گھر پر ان بچوں کو ٹیوشن پڑھانے لگا۔جب میں نے بی ایڈ اچھے نمبروں سے کر لیا تو گھر والوں سے فرمائش کہ مجھے ایک سکول کھول دیں۔ اس بات کو انہوں نے بخوشی پورا کر دیا۔ میں نے سکول کا نام اپنے سرپرست اور مربی چوہدری فضل احمد سلہری کے نام پر رکھا کیونکہ وہ مجھے ساری دنیا تو کیا اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔میں ان کا نام اپنے جدامجد بندو خان کی طرح ہمیشہ قائم رکھنے کا متمنی ہوں۔سکول کا باقاعدہ افتتاح ۱۶ اپریل ۲۰۰۱ء کو ہوا تھا۔اس ادارے کو چلانے میں میری چھوٹی بہن شکیلہ کا نمایاں کردار ہے۔ میں اسے اپنا دایاں بازو کہتا ہوں۔اس ادارے اور میری کامیابیوں میں میری بہنا کا اہم حصہ ہے۔اس نے ہر مشکل وقت میں مجھے سہارا دیا۔اس کے علاوہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا ٹیوٹر بھی ہوں۔تعلیم کا فروغ ہی میری اولین ترجیح بلکہ زندگی کا مقصد ہے۔جی چاہتا ہے کہ ہر گھر میں علم کی شمع روشن کردوں۔مجھے روزگار کے سلسلے میں جاپان کی طرف سے بھی آفر تھی۔مگر میں نے اپنے لوگوں میں رہ کر ان کی فلاح اور والدین کی خدمت کو ترجیح دی۔اس وقت میرا تعلیمی ادارہ اس علاقے میں ایک مثالی ادارہ ہے۔بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں اساتذہ کی تربیت کا پروگرام بھی جاری ہے۔اپنے ادارے میں نرسری سے ایم اے'ایم ایڈ تک کے طلبا کی رہنمائی کر رہا ہوں۔میرا خواب ہے کہ آنے والے برسوں میں اپنے علاقے شمالی لاہور میں ہزاروں گریجویٹس پیدا کروں۔اس مقصد کے لئے میرے ادارے کے اساتذہ اور طلبہ نے اقراء ایجوکیشن فیڈریشن کے نام سے ایک تعلیمی تنظیم بھی قائم کی ہے جو گزشتہ دو برسوں سے علاقے کے نادار طلبہ کی مالی امداد کر رہی ہے۔

س: آپ کے دیگر مشاغل کیا ہیں؟

ج:موسیقی سنتا ہوں'مجھے لوک موسیقی پسند ہے'گلوکار عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی بہت پسند ہیں۔خود بھی فوک سنگر ہوں۔تعلیمی دور میں بھی ایک قابل طالب علم ہونے کے علاوہ ایک اچھا گلوکار بھی رہا ہوں۔تعلیم کے شعبہ میں نہ جاتا تو شاید گلوکار ہی ہوتا۔اس کے علاوہ سماجی کاموں میں بھی حصہ لیتا ہوں۔میرے علاقے میں کئی ایک تاریخی آثار موجود ہیں جن میں بارہ دری شاہ بلاول'سمادھی شیر سنگھ'گمنام شہزادی کا مقبرہ'گنبد دارا شکوہ اور لاہور میں مغلوں کی سب سے پہلی عید گاہ کی عمارات بڑی خستہ حالت میں موجود

ہیں۔ان عمارات کے تحفظ اور عوام میں ان سے متعلق شعور بیدار کرنے کے لئے قائم تنظیم ''انجمن تحفظِ ورثہ'' کے سپیشل ونگ کا صدر ہوں۔ایک اور تنظیم ''دست شفقت فار سپیشل پرسنز'' کا ایگزیکٹو رکن ہوں۔پاک یوتھ کونسل یو سی ۱۶ کا صدر ہوں۔اس کے ساتھ پاکستان ''ہپ کڈو کراٹے فیڈریشن'' کا چیئرمین بھی ہوں۔

س: آپ خود کیسے کھیلتے ہیں؟

ج: ظاہر ہے خود میں کھیل نہیں سکتا مگر اپنے ادارے میں کراٹے کے فروغ کے لئے کلاسز کا اہتمام کر رکھا ہے۔میں بچوں میں کھیلوں کے فروغ کی کوشش بھی کرتا ہوں۔ہپ کڈو کراٹے سکھانے کے لئے کراٹے کے استاد محمد جمیل خان اسد زئی (بلیک بیلٹ) کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں۔مجھے بھاگتے دوڑتے اور کھیل کود کرتے بچے بہت بھلے لگتے ہیں۔

س: زندگی کا یہ پُر پیچ سفر اکیلے ہی طے کیا یا کوئی شریک سفر بھی ہمراہ ہے؟

ج: (مسکراتے ہوئے) بس جی منگنی ہو چکی ہے،عنقریب ہمسفر بھی مل جائے گا۔

س: مزید کوئی بات بتانا چاہیں گے؟

ج: میں ''اسپیشل'' افراد کے مسائل کو سمجھتا ہوں۔خود بھی اس چکی میں پسا ہوں اس لئے ان لوگوں کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔سرِ دست پورے لاہور میں موجود ''خصوصی'' طلبہ کو بالکل مفت تعلیم دینے کو تیار ہوں۔اس سلسلے میں وہ مجھ سے رابطہ کریں۔ان سے کسی قسم کی کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔میں ان لوگوں کے درد بانٹنے کا خواہشمند ہوں۔میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ خصوصی افراد کی اسمبلی میں نمائندگی کروں۔حکومت کی جانب سے خصوصی افراد کے لئے دو فیصد کوٹہ تو ملازمتوں میں مخصوص ہے مگر اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔میں ان کو ان کا حق دلانا چاہتا ہوں۔صدر مشرف صاحب اگر خواتین کی طرح اسپیشل افراد کے لئے بھی اسمبلی میں نشستیں مخصوص کر دیں تو اس سے بہت سے لوگوں کا بھلا ہو گا اور خصوصی افراد کی حالت بھی سدھر جائے گی۔

☆☆☆☆

کمپیوٹر کی ابتدائی تاریخ

عائزہ قاضی

کرۂ ارض کے وجود میں آنے کے بعد ہی سے انسان کو بہت سے مسائل سے دوچار ہونا پڑا' اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو مختلف طریقوں سے ان مسائل سے نمٹنے کے طریقے بتائے۔ انہی میں سے ایک مسئلہ چیزوں کو گننے اور ان کا حساب کتاب رکھنے کا تھا۔ پہلے پہل انسان نے انگلیوں پر گننا شروع کیا۔ پھر چھوٹی چھوٹی کنکریوں کی مدد سے حساب کتاب رکھنا سیکھا اور یوں زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ حسابی مسائل کو حل کرنے کے لیے مختلف مشینیں ایجاد کیں اور اب دورِ حاضر میں اپنے حساب کو کمپیوٹر پر منتقل کر دیا۔ لیکن انسان فوراً ہی کمپیوٹر کے زمانے میں نہیں آیا۔ اس سے پہلے اس نے ترقی کی بہت سی منازل طے کی ہیں اور اس مشین نے مختلف ادوار سے نکل کر آج کی شکل اختیار کی ہے۔

آج سے تقریباً ۳۰۰۰ سال پہلے چائنہ میں گننے کی ایک مشین ایجاد کی گئی جو کہ لکڑی کے بنے ہوئے ایک چوکھٹے کی شکل کی تھی جس کے اندر لکڑی کی آٹھ یا بارہ سلاخیں لگی ہوتی تھیں اور ایک سلاخ عمودی لگی ہوتی جو کہ اس چوکھٹے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتی۔ اس کے اوپر کے حصے میں دو دو پہیئے اور نچلے حصے میں پانچ پہیئے ہوتے۔ اس کی مدد سے وہ اپنے حسابی مسائل حل کرتے۔

1917ء میں سکاٹ لینڈ کے ایک محاسب جان نیئر نے حساب کرنے کا ایک آلہ ایجاد کیا۔ جسے نیئر کی ہڈیاں کہا جاتا تھا۔ اس میں دو سلاخیں ہوتیں اور ہر سلاخ میں ایک سے نو تک ہندسے تھے۔

1642ء میں فرانس میں بلیس پاسکل نے ایک مشین ایجاد کی جسے پاسکل لائن کہتے تھے۔ ایجاد کے وقت موجد کی عمر صرف انیس سال تھی۔ بعد کے وقت میں یہ یورپ کا ایک عظیم فلاسفر اور محاسب بنا۔

اس نے کچھ پہیوں کو ایک زنجیر کی مدد سے جوڑا۔ ہر پہیئے میں صفر سے نو تک نمبر تھے۔ تمام ہندسے مشین میں محفوظ کیے جاتے اور ان کو ضرورت کے مطابق پہیئے سے گھمایا جاتا۔

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پاسکل لائن دنیا کا پہلا کیلکولیٹر ہے۔ پاسکل کی انہی خدمات کے اعتراف میں ایک کمپیوٹر پروگرام کو پاسکل کا نام دیا گیا۔

1830ء میں چارلس بیج' جو کہ ایک برطانوی محاسب تھا' اس نے ایک مشین ایجاد کی جو کہ حسابی مسائل کے فارمولے بناتی تھی۔ لیکن تکنیکی خامیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے اس مشین کے کچھ حصے معیاری طور پر نہ بن سکے اور یوں چارلس اس مشین سے مایوس ہو گیا۔

1822ء میں چارلس بیج نے دوبارہ ایک مشین ایجاد کی۔ جو کہ بھاپ سے چلتی تھی۔ اس مشین کے تمام حصے جدید کمپیوٹر کے تھے۔ بدقسمتی سے یہ مشین بھی پوری طرح تیار نہ ہو سکی مگر اسے کمپیوٹر کے باپ کا لقب ملا۔

1880ء میں امریکہ کے حرمین نیو پرتھ محاسب نے ایک مشین ایجاد کی جو کہ بجلی حساب کرتی تھی۔ 1890ء میں پہلی دفعہ یہ مشین امریکہ میں استعمال ہوئی۔ بیج اور نیو پرتھ کی مشین کے درمیان ایک خاص فرق یہ تھا کہ حرمین کی مشین بجلی اور ہاتھ سے چلتی تھی جبکہ دوسری بھاپ سے چلنے والی تھی اس کے بعد طویل سائنسی تجربات کے بعد موجودہ کمپیوٹر وجود میں آیا۔

محیط اسماعیل

چڑیا کا شکوہ

خود غرض ہے یہ آج کا انساں
نہیں کرتا پرند پر احساں

شاندار اپنا گھر بناتا ہے
شان اپنی بڑی دکھاتا ہے
ایک چڑیا نہ گھونسلا کر لے
اینٹ بھر کی جگہ چھپاتا ہے

کیا مقابل ہو اس کے ننھی جاں
خود غرض ہے یہ آج کا انساں

تنکے لا لا کے جمع کرنے پر
اس کے کمرے میں پاؤں دھرنے پر
سامنے سے ذرا گزرنے پر
میرے اک آدھ پر کے گرنے پر

شور و شر کا اٹھائے گا طوفاں
خود غرض ہے یہ آج کا انساں

گھونسلا میرا توڑ ڈالے گا
اپنے گھر سے مجھے نکالے گا
میرے بچوں کی فکر کیوں ہو اسے
فقط اپنے ہی بچے پالے گا

عاقبت سے ہے بے خبر ناداں
خود غرض ہے یہ آج کا انساں

اس کے گھر کونسا میں کھاتی ہوں
رات "کچھ دیر کو" جاتی ہوں
سونے والوں کو ہی جگاتی ہوں
کمرہ کھلتے ہی دوڑ جاتی ہوں

کیا نہیں میرا ان پہ کچھ احساں
خود غرض ہے یہ آج کا انساں

رکھتا ہے یہ صفائی باہر کی
خبر اے کاش ہوتی اندر کی
اس سے اللہ کیسے خوش ہوگا
گو عبادت ہو زندگی بھر کی

چار دن کا ہے آپ بھی مہماں
خود غرض ہے یہ آج کا انساں

☆☆☆☆

کلیڈیم

نباتاتی نام

خاندان

یہ ٹیوبر پتوں کی خوبصورتی کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔اس کے پتے مختلف قسم کے رنگ سے مزین ہوتے ہیں۔جس میں سفید،سلور،پیلا،سرخ اور گلابی رنگ شامل ہوتے ہیں۔اس کے پتے بڑے اور Heart Shape ہوتے ہیں۔اس کا نباتاتی نام Caladium Hortulanum ہے اوراس کا (Araceae) کے خاندان سے تعلق ہے۔

اس کے لیے ریت، بھل اور پتوں کی کھاد برابر حصوں میں ملا کر زمین تیار کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ تھوڑی سی گوبر کی کھاد بھی ملا لی جائے۔Media ایسا ہو جس میں ہوا کا گزر آسانی سے ہو اور نمی کو بخوبی اپنے اندر جذب رکھ سکے۔چائے کے ایک چمچ کے برابر مرکب کیمیائی کھاد ایک گملے کے حساب سے ملا دی جائے۔ٹیوبر کو اس طرح لگایا جائے کہ Germinating Point اوپر کی طرف ہو اور اس کے اوپر آدھ انچ مٹی کی تہہ آ جائے۔

اس کے ٹیوبر فروری، مارچ، اپریل میں لگائے جاتے ہیں۔مختلف رنگوں کے پتے چار ماہ تک نکلتے رہتے ہیں۔اس دوران اگلے سال کے لیے زمین دوز ٹیوبرز تیار ہو جاتے ہیں اور ان میں خوراک کا ذخیرہ ہو جاتا ہے۔اگر آپ کے پاس ایسی زمین ہے جو کہ موسم بہار میں جلدی گرم نہیں ہوتی اور اس کو جلدی Display کرنا مقصود ہو تو ٹیوبرز کو فروری کے مہینے میں کمروں کے اندر لگایا جا سکتا ہے اور جب موسم یا درجہ حرارت زیادہ ہو جائے تو گملوں کو باہر نیم سایہ دار جگہ پر منتقل کیا جائے۔

اس کا پتا تقریباً تین ہفتوں تک تر و تازہ رہتا ہے۔جب پتا مرجھا جائے یا اس کی Appearance ختم ہو جائے تو اس کو اس طرح کاٹا جائے کہ سارا پودا Disturb نہ ہو۔

موسم خزاں میں ٹیوبرز زمین سے نکال کر کسی کھلی سایہ دار جگہ پر بچھا دیے جائیں اور تقریباً دس دن خشک ہونے دیں۔اس کے بعد کسی پھپھوندی کش دوائی لگا کر 50 درجے فارن ہیٹ پر سٹور کر لیا جائے۔

جرائم کنٹرول کرنے کے لئے کمپیوٹر کا کامیاب استعمال

محمد سہیل قیصر ہاشمی

اب سے کچھ عرصہ قبل تک مجرم کسی ایک ملک میں جرم کرنے کے بعد کسی دوسرے ملک بھاگ جاتے تھے اور پکڑے نہیں جاتے تھے' لیکن کمپیوٹر کے استعمال سے اب ایسے افراد کو گرفتار کرنا آسان ہو گیا ہے۔ امریکہ اور چین کے علاوہ کئی ممالک میں کمپیوٹر کی ''چہرہ شناسی'' کی تکنیکی صلاحیت نے مجرموں کے لئے بہت سی مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ یہ درست ہے کہ انٹرنیٹ کی وجہ سے مجرموں کے لئے بھی بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں اور انٹرنیٹ کی وجہ سے ہی کئی جرائم بڑھ گئے ہیں۔ لیکن ہمیشہ کسی بھی ایجاد کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کرنا چاہئے اور یہ بھی سچ ہے کہ انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے استعمال میں نقصانات کی نسبت فوائد زیادہ ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کوئی سنگین نوعیت کا جرم کرتا ہے تو اس کی تصویر چند منٹوں میں پوری دنیا میں بذریعہ انٹرنیٹ پہنچا دی جاتی ہے۔ اب ہر شخص کا انفرادی ریکارڈ ایک چھوٹے سے کمپیوٹر میں رکھنا ممکن ہو گیا ہے اور کسی بھی جگہ مجرم کو پہچاننے کے لئے کمپیوٹر سے اس کے انگوٹھے کے نشان اور آنکھوں کی تصویر کی مدد سے اسے باآسانی پکڑا جا سکتا ہے۔

کمپیوٹر کے ذریعے ''چہرہ شناسی'' کی تکنیک کو جرائم کے خلاف نہایت کامیابی سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ٹائمز آف انڈیا میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق امریکا اور چین کے علاوہ بہت سے ممالک میں کمپیوٹر کے ذریعے ''چہرہ شناسی'' کی تکنیک سے مجرموں کو شناخت کیا جانے لگا ہے۔ سی ای او وژیونک کارپوریشن کے چیئرمین جوزف ایٹک کی ایجاد کردہ ''فیس ریکوگنیشن ٹیکنالوجی'' کے ذریعے کسی بھی چہرے کے زاویے کو 80 ممکنہ نکات میں تقسیم کر کے پتہ لگایا جا سکتا ہے۔

آپ کی ذاتی معلومات رکھنے والے مروجہ شناختی نظام (PIN) اور نشانات انگشت شناخت کرنے والی ٹیکنالوجی کے ملاپ سے ایک نیا شناختی نظام وضع کیا گیا ہے' جو اس کے موجدین کے نزدیک اب تک کا سب سے قابل بھروسہ شناختی نظام ہے۔ اسے کیلی فورنیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (کالٹیک) بمقام لاس اینجلس کے ماہرین نے تیار کیا ہے۔ اس میں کوئی عجیب و غریب بات نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ مروجہ شناختی نظام کے مقابلے میں زیادہ بہتر تصور کیا جا رہا ہے۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ آپ کی شخصی معلومات اور انگلیوں کے نشانات تک کسی جعل ساز کے ہاتھ لگ سکتے ہیں اور وہ انہیں استعمال کرتے ہوئے کچھ بھی کر سکتا ہے۔

نئے شناختی نظام میں صرف شخصی معلومات فراہم کرنا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انگلیوں کے نشانات بھی اس نظام میں محفوظ ہوتے ہیں۔ ہر وہ شخص جسے

اس نظام سے ہر روز گزرنا پڑتا ہے' شخصی معلومات'اورنشانات انگشت کے علاوہ (پاس ورڈ کے طور پر) یہ تعین بھی کرتا ہے کہ وہ کس ترتیب سے اپنی انگلیاں باری باری اسکین کراوئے گا۔اس طرح یہ نظام شخصی معلومات'انگلیوں کے نشانات اور ان کے ظاہر ہونے کی ترتیب تینوں چیزوں کو بیک وقت جانچتے ہوئے کسی فرد کو شناخت کرتا ہے۔انگلیوں کے نشانات کی ترتیب یاد رکھنا آسان بھی ہے اور قدرے محفوظ بھی۔لیکن جعلسازی کرنے والے لوگ بھی کچھ کم نہیں ہوتے۔جب یہ نظام بڑے پیانے پر استعمال ہونے لگے گا تو شاید وہ بھی جلد ہی اس کا کوئی توڑ نکال لیں گے۔

کراچی کے نوجوان عارف حسام کا تیار کردہ مجرموں کی شناخت اور اسکیچز بنانے والا سافٹ وئیر جس میں ایشیائی اور پاکستانی چہروں کے خدو خال کو پہچاننے کی صلاحیتیں موجود ہیں'اس پروگرام کو سٹیزن پولیس لائیون کمیٹی اور سندھ پولیس کامیابی سے مجرموں کی تلاش کے لئے استعمال کررہی ہے۔

قانون اور جرم کے درمیان جنگ ہمیشہ سے جاری ہے۔جرم کی تفتیش کے لئے استعمال ہونے والے طریقوں میں سے ایک طریقہ تحریر شناسی بھی ہے۔پولیس اور پھر کورٹ کے سامنے مجرم کی تحریر کا ایک نمونہ موجود ہو اور تحریر شناسی کے ماہر اس کو آپ کی تحریر قرار دے دیں تو پھر آپ......لیکن اب امریکہ کا محکمہ انصاف اس فیصلے میں صرف انسانوں پر بھروسہ کرنا کافی نہیں سمجھتا۔اسی لئے اس نے 428,000 ڈالر خرچ کر کے یونیورسٹی ایٹ بفیلو (Buffalo) کے سینٹر آف ڈاکومینٹ اینالیسس اینڈ ریسرچ یعنی سیڈار (Cedar) سے تحریر شناس سافٹ وئیر تیار کروایا ہے۔

سیڈار دنیا میں یونیورسٹی کی سطح کے دستاویزات پر تحقیق کا سب سے بڑا مرکز ہے اور یہ پہلے بھی امریکی ڈاک خانوں کے لئے لفافے پر لکھا پتا پڑھنے والا سافٹ وئیر تیار کر چکا ہے۔تحریر شناسی کے اس پراجیکٹ کے نگران سارگرشر بہاری ہیں۔سیڈار کی ٹیم نے اس پراجیکٹ کے لئے پہلے امریکہ بھر سے ہزار لوگوں کی تحریری دستاویزات جمع کیں۔اس کے بعد ماہرین نے ان میں سے اہم معلومات مثلاً مختلف حروف کی اشکال'الفاظ کے درمیان فاصلہ'سطروں کے درمیان فاصلہ وغیرہ حاصل کر کے تحریر شناس سافٹ وئیر کو فراہم کیں۔اس کے بعد اس سافٹ وئیر کو انہی لوگوں کی تحریر کے دوسرے نمونے فراہم کیے گئے اور اس نے 98 فیصد نمونوں کی درست شناخت کی۔جلد ہی محکمہ انصاف عدالتوں میں تحریر شناسی کے انسانی ماہرین کے ساتھ ساتھ ان سافٹ وئیرز کو بھی استعمال کرنے والا ہے۔

آج کل فلموں میں خصوصی بصری اثرات (اسپیشل ایفکٹس) کے لئے کمپیوٹروں کا خوب استعمال ہو رہا ہے۔''ٹرمینیٹر ٹو'' میں ایک عجیب وغیرب روبوٹ (ولن) دکھایا گیا ہے جو کسی بھی دوسرے انسان کی شکل بدل سکتا ہے۔شکلیں بدلنے والے ایسے متعدد مناظر آپ کو دیگر فلموں میں بھی مل جائیں گے۔یہ کمپیوٹرائزڈ تکنیک جسے ''مارفنگ'' (Morphing) کہا جاتا ہے جلد ہی مجرموں کی درست تصویر کشی اور گرفتاری میں اہم معاون کا کام کرنے لگے گی۔جریدے نیوسائنٹیفک کے مطابق اسکاٹ لینڈ میں یونیورسٹی آف اسٹرلنگ کے پیٹر ہنکوک نے ایک ایسا سافٹ وئیر تیار کیا ہے جو کسی وقوعہ کے عینی شاہدین کے بیان کردہ ایک مجرم کے مختلف حلیوں کو ''مارفنگ'' کے ذریعے ملاتا ہے اور مجرم کی زیادہ درست تصویر بناتا ہے۔

مثال کے طور پر کسی جگہ ڈکیتی ہوئی اور چار افراد نے ایک ڈاکو کو دیکھا جو فائرنگ کرتا ہوا فرار ہو گیا۔ظاہر ہے کہ ان تمام لوگوں نے بالکل یکساں فاصلے اور زاویے سے تو ڈاکو کو نہیں دیکھا ہو گا لہذا ان کے بتائے ہوئے حلیے ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے اور ان حلیوں کی روشنی میں مجرم کی جو تصویر بنے گی وہ اصل چہرے سے بھی خاصی دور ہو سکتی ہے۔ہینکوک کا بنایا ہوا ''شناخت پریڈ سافٹ وئیر'' مبینہ حلیوں پر مبنی تصاویر کو یکجا کرتا ہے اور انہیں ایک دوسرے پر منطبق کرتے ہوئے یکساں خدوخال کو نمایاں کرتا ہے۔اس طرح بننے والی آخری یا حتمی تصویر ایک بار پھر عینی شاہدین کو دکھائی جاتی ہے تا کہ وہ درست طور پر مجرم کو شناخت کر سکیں۔

تجربات کے دوران معلوم ہوا ہے کہ ایک مجرم کے ایک سے زیادہ عینی شاہدین کی موجودگی میں یہ سافٹ وئیر 93 فیصد درست تصویر بناتا ہے۔اگر صرف ایک گواہ کا بیان کردہ حلیہ بھی موجود ہو تو تب بھی اس کی کارکردگی 53 سے 78 فیصد کے درمیان رہتی ہے۔اس سافٹ وئیر میں مجرموں کے چہرے بنانے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس کی بنیاد سو سال پہلے کے مشہور ماہر جرمیات (کرمنالوجسٹ) گالن کے وضع کردہ اصولوں پر ہے۔یعنی تصاویر منطبق کرتے وقت یہ سافٹ وئیر حلیوں کے اختلاف کو ختم کرتے ہوئے اوسط پر لے آتا ہے۔سردست برطانوی پولیس چہرے بنانے کے لئے جو سافٹ وئیر استعمال کر رہی ہے وہ پروفٹ (Pro-fit) کہلاتا ہے۔ہینکوک کا کہنا ہے کہ یہ سافٹ وئیر بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کرتا کیونکہ کوئی بھی چہرہ یاد رکھتے وقت ہم اس کے جزوی خدوخال پر خصوصیت سے توجہ نہیں دیتے۔

اس کے برعکس ہینکوک کے تیار کردہ سافٹ وئیر ''ایووفٹ'' (Evofit) گواہ کے پہلی بار بیان کردہ حلیے میں جزانی (رینڈم) تبدیلیاں کر کے مختلف آف اسپرنگ (بعینہٖ) چہرے بناتا ہے۔گواہ ان میں سے (اپنے خیال کے مطابق) وہ چہرہ منتخب کرتا ہے جو اس کے بیان کردہ حلیے سے قریب ترین ہوتا ہے۔اب اس چہرے کے ساتھ جزانی تبدیلیوں کا عمل ایک بار پھر دہرایا جاتا ہے اور گواہ کو ایک بار پھر ان میں سے قریب ترین چہرہ منتخب کرنا پڑتا ہے۔عموماً چار مرتبہ یہ عمل دہرانے کے بعد حتمی تصویر حاصل ہو جاتی ہے۔

دبئی کے ٹریفک پولیس ڈیپارٹمنٹ نے الیکٹرانک گورنمنٹ ڈرائیو کا آغاز کر دیا ہے اور 5000 انٹرنیٹ اکاؤنٹ ہولڈروں کو WAp سسٹم سے منسلک موبائل سروس کے ذریعے رابطے میں رکھا جائے گا اور ٹریفک کی خلاف ورزیوں پر جرمانے کی اطلاع صارفین کو بذریعہ انٹرنیٹ دی جائے گی اور وہ اپنے کریڈٹ کارڈ کے ذریعے فائن ادا کریں گے۔وہ خود پر عائد کردہ جرمانے کے بارے میں معلومات بھی آن لائن حاصل کر سکیں گے۔

پولیس نے سافٹ وئیر حقوق کی خلاف ورزی کرنے والی ایک معروف کمپنی کے دفتر پر چھاپہ مار کر دو کمپیوٹر ضبط اور دو افراد کو گرفتار کر لیا۔آئی آئی چندریگر روڈ پر واقع اس کمپنی کے دفتر میں غیر قانونی طور پر MS آفس ایڈوب فوٹو شاپ اور آٹو کیڈ استعمال کیے جا رہے تھے۔کمپنی مالکان کو فوجداری مقدمے کا سامنا کرنا پڑے گا اور انہیں تین سال قید، دو لاکھ جرمانہ اور متعلقہ سامان ضبط کیا جا سکتا ہے۔یہ بات بزنس سافٹ وئیر الائنس مشرق وسطیٰ کے ڈائریکٹر جواد الرادھا نے بتائی۔انہوں نے کہا کہ بعض قانونی تقاضوں کی وجہ سے اس کمپنی کا نام ظاہر نہیں

کیا جا رہا۔تاہم مقدمے میں اس کی ساکھ کو دھچکا لگ سکتا ہے۔ چھاپہ مارنے سے قبل کمپنی کو ایک خط کے ذریعے خبردار کیا گیا تھا کہ وہ سافٹ ویئر قانونی طور پر استعمال کرے تاہم اس نے انتباہ کو نظر انداز کیا۔ پولیس کی کارروائی سے پاکستان کی ساکھ بہتر ہوگی اور اسے آئی ٹی کے شعبے میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے لئے محفوظ ملک سمجھا جائے گا۔ پاکستان کو چاہئے کہ حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں سخت اقدامات کرے تاکہ اس کا نام امریکی تاجر نمائندوں کی یو ایس ٹی آر اسپیشل 301 واچ لسٹ سے نکالا جا ئے۔اس فہرست میں ان ممالک کے نام ہوتے ہیں جن کا کردار حقوق کے حوالے سے مشکوک ہوتا ہے۔ پاکستان میں سافٹ ویئر کی چوری میں 3 فیصد کمی ہوئی ہے تاہم اب بھی 83 فیصد کی شرح برقرار ہے۔ بی ایس اے 65 ممالک میں سافٹ ویئر حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف کام کر رہی ہے۔ پاکستان میں تین سال قبل اس سلسلے میں کام شروع کیا گیا تھا اور متعدد قومی اور کثیر القومی اداروں کو قانونی سافٹ ویئر استعمال کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔اس بارے میں معلومات کے لئے مفت ٹیلی فون نمبر 0800-01234 فراہم کیا گیا تھا۔

برطانوی سیکرٹری برائے داخلی امور جیک سٹرا نے سائبر/انٹرنیٹ جرائم پر قابو پانے کے لئے پولیس کے نئے یونٹ کے قیام کا منصوبہ پیش کیا ہے۔ یہ پولیس یونٹ آن لائن فراڈ' وائرسوں اور کریڈٹ کارڈ چوریوں سے بچانے کے لئے تمام ضروری اقدامات کرنے کے علاوہ سائبر مجرموں کو پکڑنے کے لئے پیش رفت کرے گا۔ توقع ہے کہ ابتدائی طور پر اس یونٹ میں خصوصی تربیت یافتہ 40 افسروں کو شامل کیا جائے گا۔ ان کی تربیت کے لئے 2 کروڑ 50 لاکھ پونڈ کی رقم مختص کرنے کی تجویز بھی پیش کی گئی ہے۔اس یونٹ میں شامل اسٹاف کو کسٹمز' ایکسائز' انفرادی پولیس افسران' دی نیشنل کرائم اسکواڈ اور دی نیشنل کریمنل انٹیلی جنس سروس سے چُنا جائے گا۔ جیک سٹرا نے بتایا کہ سائبر دہشت گردی پر قابو پانے والا یونٹ نیشنل سائنس میوزیم میں قائم کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ دن بدن انٹرنیٹ جرائم میں جس رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے اس سے مجرم سمجھتا ہے کہ اسے پکڑا نہیں جا سکے گا۔ یہ احساسِ تحفظ ہی بڑے جرائم کی جڑ ہے جس پر قابو پانے کے لئے سائبر پولیس یونٹ کا قیام ضروری ہے۔

جاپان میں گذشتہ سال کے مقابلے میں انٹرنیٹ جرائم میں 35 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ نیشنل پولیس ایجنسی کے ترجمان کے مطابق ان جرائم میں ملوث افراد کی گرفتاری کی شرح بھی 66.2 فیصد بڑھ گئی ہے۔گذشتہ سال جاپان میں 158 انٹرنیٹ جرائم ہوئے جو کہ اس سال بڑھ کر 256 ہو گئے ہیں۔ جاپانی پولیس کے مطابق ان جرائم میں اضافے کی وجہ انٹرنیٹ پر خریداری کی سہولتوں میں اضافہ ہے۔ جاپان میں انٹرنیٹ پر خریداری میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ جاپانی حکومت ان دنوں انٹرنیٹ پولیس کے قیام پر غور کر رہی ہے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ انٹرنیٹ کی وجہ سے مجرموں کے لئے بھی بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اس کی چند ایک مثالیں یہ ہیں۔ جنوبی کوریا میں ایک 18 سالہ لڑکی نے انٹرنیٹ کے ذریعے کرائے کا قاتل حاصل کر کے اپنی ماں کو قتل کرا دیا' لڑکی اور قاتل کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق جنوبی سیول میں پارک نامی ایک لڑکی نے اپنی 55 سالہ ماں کو قتل کرنے کے لئے انٹرنیٹ پر قاتل کی خدمات پیش کرنے والی

ایک ویب سائٹ پر رابطہ کیا اور ایک قاتل کو نو کروڑ وان (70 ہزار ڈالر) کی ادائیگی کا وعدہ کر کے اپنی ماں کو قتل کروایا۔ پولیس نے خفیہ اطلاع پر لڑکی اور قاتل دونوں کو گرفتار کر لیا۔ پولیس کے مطابق پارک نے بتایا کہ اس کی ماں اس کی شاہ خرچیوں پر اکثر اسے ڈانٹتی رہتی تھی جس سے تنگ آ کر اس نے اپنی ماں کو قتل کرادیا۔ پولیس نے بتایا کہ 28 سالہ قاتل ایک طالب علم ہے جس نے پارک کی ماں کو اس کے گھر میں داخل ہو کر قتل کیا۔

جرمنی کی ایک عدالت میں انٹرنیٹ پر اپنے گردے کی نیلامی کرنے والے شخص پر مقدمہ شروع ہو گیا ہے۔ 19 سالہ روسی نژاد جرمن باشندے نے انٹرنیٹ پر اپنے گردے کی نیلامی کے لئے اشتہار دیا تھا۔ اس نے اشتہار میں اپنے گردے کی قیمت 45 ہزار ڈالر مقرر کی تھی۔ پولیس اہلکار نے مذکورہ شخص کا نام بتانے سے انکار کر دیا ہے۔ اس شخص نے خود کو بے گناہ قرار دیتے ہوئے پولیس اہلکاروں کو بتایا کہ کسی نے اس سے بدلہ لینے کی غرض سے اس کے نام سے اس نیلامی کے متعلق اشتہار انٹرنیٹ پر دیا تھا۔ پولیس اہلکاروں نے کمپیوٹر ماہرین کی مدد سے تحقیقات کر کے اس کے تمام دعوؤں کو جھوٹا اور بے بنیاد قرار دیا ہے۔ عدالت نے جرمن قانون پیوندکاری کے تحت ملزم پر قائم ہونے والے مقدمے کی سماعت شروع کر دی ہے۔

امریکی وفاقی تحقیقاتی ادارے (ایف بی آئی) نے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور کمپیوٹر کمپنیوں کو انٹرنیٹ کے ذریعے دہشت گردی کے خطرے سے خبردار کیا ہے۔ داخلی سلامتی کے لئے وہائٹ ہاؤس کے ترجمان کے مطابق یہ دہشت گردی سرکاری یوٹیلیٹی اور میونسپل انفارمیشن سسٹم پر یا ان کے ذریعے ہو سکتی ہے۔

نیدر لینڈ کے حکام نے اعلان کیا ہے کہ وہ بھی 20 سالہ ڈچ مصنف کے خلاف کارروائی کریں گے جس پر آنا کورنیکووا وائرس تخلیق کر کے پھیلانے کا الزام ہے۔ اس کے خلاف لوئر کورٹ میں مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا گیا ہے اور اسے 6 ماہ قید اور 480 گھنٹہ سول سروس کی سزا مل سکتی ہے۔

امریکہ میں ٹیکنالوجی فراہم کرنے والے اداروں اور شہری حقوق کی محافظ تنظیموں نے امریکہ اور یورپ کے دیگر ممالک کے درمیان کمپیوٹر جرائم کے متعلق ہونے والے مذاکرات پر شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ اس نئے معاہدے کے مطابق امریکہ اور یورپ کے 41 ممالک میں کمپیوٹر استعمال کرنے والوں اور کمپیوٹر سے وابستہ کمپنیوں کو متعدد پابندیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جن کی وجہ سے کمپیوٹر استعمال کرنے والوں کی پرائیویٹ زندگی متاثر ہوگی۔ اگرچہ امریکہ نے تاحال اس معاہدے پر دستخط کرنے کا حتمی فیصلہ نہیں کیا ہے تاہم ذرائع کا کہنا ہے کہ دیگر ممالک کی طرف سے اس معاہدے پر دستخطوں کے بعد امریکہ بھی مجبور ہو جائے گا۔

برطانیہ میں قتل و غارت گری کی ترغیب دینے والے کمپیوٹر گیم تیار کرنے والی 25 کمپنیوں پر مقدمہ کر دیا گیا ہے۔ بی بی سی نیوز کے مطابق یہ مقدمہ کولمبائین کے ایک سکول میں ہونے والی فائرنگ سے ہلاک و زخمی ہونے والے بچوں کے والدین نے دائر کیا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ 1999ء میں کولمبائن کے ایک سکول میں دو طالب علموں نے حقیقی پستولوں سے ایک دوسرے پر فائرنگ کر دی تھی۔ جس کے نتیجے میں ایک ٹیچر سمیت بارہ طالب علم ہلاک ہو گئے تھے۔ آتشیں ہتھیاروں کا استعمال کرنے والے لڑکوں کے والدین نے اس کارروائی کا اصل ذمہ دار ویڈیو گیم تیار کرنے والی کمپنیوں کے

مالکان کو قرار دیا ہے۔

امریکہ کی ایک سکول ٹیچر نے طلبہ کی جانب سے انٹرنیٹ کا فائدہ اٹھانے کے خلاف مہم شروع کر دی ہے۔ سکری سینٹرل ہائی سکول کلارکس وائل کی شہری میلائین ہینز کا کہنا ہے کہ امتحانات کے دوران طلبہ اور طالبات انٹرنیٹ سے فائدہ اس طرح اٹھاتے ہیں کہ امتحانی پرچے میں دیئے گئے سوالات کے جوابات موبائل فون کی اسکرین پر دیکھ کر لکھ لیتے ہیں۔ اس طرح نقل کا رجحان بڑھتا ہے اور طلبہ کی صلاحیتیں کند ہو جاتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بے شک تمام سکول کالج اور لائبریریاں انٹرنیٹ سے منسلک ہو رہی ہیں اور اس کے کئی فوائد بھی ہیں۔

انٹل کارپوریشن کے Fab15 پلانٹ واقع کیلی فورنیا میں کام کرنے والے ایک سینئر سوفٹ ویئر انجینئر کو کمپیوٹر بریک کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اکتوبر 1997ء میں اس انجینئر نے اپنے گھر کے کمپیوٹر کے ذریعے پلانٹ کے کمپیوٹر تک رسائی حاصل کر کے کام کرنا شروع کر دیا۔ اس بات کا پتہ چلنے پر کمپیوٹر انجینئر کو نوکری سے برطرف کر دیا گیا۔ برطرف کر دیئے جانے کے باوجود اس کا کمپیوٹر پلانٹ کے کمپیوٹر سے کنیکٹ رہا۔ اسسٹنٹ یو ایس اٹارنی' کینٹ روبنسن کے مطابق انجینئر نے جان بوجھ کر ممنوع کمپیوٹر تک رسائی حاصل کی۔ اس جرم کی پاداش میں اسے پانچ سال قید اور ڈھائی لاکھ ڈالر جرمانہ کیا گیا ہے۔ یہ انجینئر اس وقت جیل کاٹ رہا ہے۔

کمپیوٹر کے ذریعے ہونے والے جرائم کے مرتکب مجرم عموماً پکڑے جاتے ہیں۔ اس لئے ان سے پریشان ہونے کی ضرورت ہرگز نہیں ہے۔ امید ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا کمپیوٹر و انٹرنیٹ جرائم کو قابو کرنے میں مزید کامیاب ہو جائیں گے۔

☆☆☆☆

یہ مسافر لوگ

خانہ بدوشوں کے پیشے، ان کی لوک کتھائیں اور گیت بتاتے ہیں کہ وہ گم شدہ دریا (ہاکڑو) کے کنارے کے باسی ہیں جو راجستھان، پنجاب اور سندھ سے گذرتا ہوا گجرات تک جاتا تھا

عبدالقادر جونیجو

یہ غالباً بیسویں صدی کی چھٹی دہائی کی ابتدا تھی کہ سندھ کے چند ایک روایت پسند اسکالرز نے یہ شوشہ چھوڑا کہ دنیا بھر میں جہاں بھی خانہ بدوش پائے جاتے ہیں وہ دراصل سندھ کے رہنے والے ہیں، ان کے قلم کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ یونیورسٹی آف چندی گڑھ کے اسکالرز نے یہ دعویٰ کر دیا کہ خانہ بدوش اصل میں پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں ظاہر ہے کہ ان حالات میں راجستھان اور گجرات والے کس طرح پیچھے رہتے، اس طرح ان خانہ بدوشوں کی اصلیت مزید الجھ کر رہ گئی۔

جو کچھ بھی ہو مگر آج کل، جپسی کنگز نامی گانے والوں کا گروپ جدید موسیقی کی دنیا میں بڑی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اس گروپ کی دھنوں میں اتار چڑھاؤ پایا جاتا ہے۔ وہ حیرت انگیز طور پر گم شدہ دریائے ہاکڑو کے بائیں کنارے گائے جانے والے لوک گیتوں کی دھنوں سے ملتا جلتا ہے۔ آیئے حقیقت سے قریب تر اندازے کے لئے ہم ان خانہ بدوش قبیلوں کی طرز رہائش اور پیشوں پر غور کرتے ہیں۔ ان قبیلوں کا ذکرِ خیر اور پس منظر کی تاریخ کچھ اس طرح بنتی ہے:

کوچڑا قبیلہ

کوچڑوں کا اصل دھندہ چوری، نقب زنی اور ٹھگی ہے۔ کسی زمانے میں یہ کوچڑے خانہ بدوش کسی ایسے گاؤں کے نزدیک ڈیرا ڈال دیتے تھے، جہاں ان کی دال گل سکے۔ ڈیرا ڈالنے کے بعد یہ لوگ اپنی عورتوں کو بھیک مانگنے کی آڑ میں جاسوسی کرنے کے لیے گھروں میں بھیجتے تھے۔ پھر کسی اندھیری رات میں نقب لگا کر، سامان سمیٹ کر راتوں رات وہ علاقہ چھوڑ دیتے تھے۔ ان کوچڑوں کو اپنے پیروں کے نشانات غائب کرنے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ وہ اپنی جبلت کی بنیاد پر انسانی نفسیات کا بڑا ادراک رکھتے تھے۔ جس کے باعث یہ آسانی سے جرائم کر لیتے تھے...... مگر وقت نے ان کے بھی کس بل نکال دیے ہیں اور اب یہ کوچڑے اپنا اصلی دھندا چھوڑ کر سچ مچ بھیک مانگنے لگے ہیں۔

جوگی قبیلہ

بھگتی تحریک کے شعراء سے

صوفیائے کرام تک کے کلام میں اور لوک گیتوں سے لے کر فلمی گانوں تک میں جوگیوں کا نام زندہ ہے۔ جوگی قبیلے کی مشہور شاخوں میں گورکھ ناتھ، باھنیا، آدیسی، لاہوتیا، مرکھٹ اور سینھڑیوں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ چند ایک ہندو مسلمان راجپوت قبائل میں سے بھی کچھ لوگ جوگی بن گئے ہیں۔ اب یہ جوگی زیادہ تر گم شدہ دریائے ہاکڑو کے بائیں کنارے آباد ہو چکے ہیں۔

بڑھا قبیلہ

اگر آپ کسی آثارِ قدیمہ کے ماہر سے ملیں گے تو دورانِ گفتگو ایک لفظ ''ٹیرا کوٹا'' بار بار سنائی دے گا۔ یہ قدیم قسم کے کھلونے ہیں، جو ٹیکسلا سے بھنبھور تک کے آثارِ قدیمہ میں سلامت پائے جاتے ہیں۔ صدیوں کا سفر ان کھلونوں کو توڑ نہیں سکا ہے۔ ماہرین ان کھلونوں کی عمر تو بتا سکتے ہیں، مگر یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ کھلونے کس نے کس چیز سے بنائے۔ دراصل یہ کام ''بڑھا قبیلے'' کے لوگوں کی اختراع تھا اور خیال ہے کہ اس کی ابتدا تقریباً آٹھ ہزار سال پہلے ہوئی تھی۔

ان ''ٹیرا کوٹا'' یعنی کھلونے بنائے جانے کا طریقہ کچھ اس طرح ہے کہ دریائے ہاکڑو کے اندر کئی ایک مخصوص جگہوں پر ایک خاص قسم کی مضبوط اور چکنی مٹی پائی جاتی تھی جس سے صرف یہی ''بڑھا'' لوگ واقف تھے۔ یہ لوگ پہلے یہ مٹی نکالتے اس کے بعد اسی دریا کے بائیں جانب ایک خاص قسم کی نسبتاً سرخ رنگ کی ریت تلاش کی جاتی پھر اس مٹی اور ریت کو ملا کر، پانی میں بھگو کر گوندھا جاتا تھا۔ کئی دنوں تک ان دونوں کو گوندھ گوندھ کر یکجان کیا جاتا۔ پھر اس سے کھلونے بنائے جاتے تھے۔ اس کے بعد ان کھلونوں کو ایک مقامی جھاڑی ''کرر'' کا تڑکا دیا جاتا تھا۔ اس عمل میں ''کرر'' کی سوکھی ہوئی لکڑی استعمال کرنے کے بجائے، ہری بھری لکڑی کو کاٹ کر شدید قسم کی آگ میں سے گزارا جاتا تھا۔ لکڑی کے جلنے سے جو رس نکلتا تھا اس کی گرمی کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا اگر کوئی چھینٹا ہتھیلی پر گرے تو ہاتھ سے آر پار نیچے جا گرے (یہ تجربہ آج بھی کیا جا سکتا ہے)

جب یہ کھلونے ''کرر'' کی لکڑی سے گرتے ہوئے رس سے مکمل طور پر بھگو لیے جاتے تھے تو بعد میں ریت میں گاڑ دیے جاتے۔ مہینے بھر بعد وہ کھلونے ریت سے نکال کر صاف کر دیئے جاتے پھر ان کھلونوں پر مختلف رنگوں سے اشکال بنائی جاتی تھیں۔ عورتیں گاؤں گاؤں جا کر یہ کھلونے بیچتی تھیں اور ان کی قیمت خوراک کی چیزوں کی صورت میں وصول کرتی تھیں۔

''بڑھا قبیلے'' کی یہ عورتیں آج بھی اسی طرح کے کھلونے بنا کر بیچتی ہوئی پائی جاتی ہیں، مگر کھلونوں کا معیار بدل چکا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ''بڑھا قبیلہ'' بھی۔

کبوترا قبیلہ

چند سال پہلے کی بات ہے کہ جب کسی گاؤں میں کوئی کتا اچھل کود کے انداز میں باہر کی طرف دوڑے تو اس کا مطلب تھا کہ کچھ ایسے مسافر گاؤں کی طرف آ رہے ہیں جو تفریح کا سامان پیدا کریں گے۔ یہ مسافر گانے والے میراثی بھی ہو سکتے تھے اور خانہ بدوش ''کبوترا قبیلے'' کے لوگ بھی۔

جب ''کبوترا قبیلے'' کے مرد، عورتیں اور بچے گدھوں پر لمبے لمبے لکڑ، رسیاں، کنڈے وغیرہ لاد کر گاؤں کے قریب ڈیرا ڈال دیتے تو گاؤں کی عورتیں اپنی چنریاں لہراتی ہوئیں، بوڑھے اپنی کمریں سیدھی کر کے اور نوجوان سج دھج کر ڈیرے کی طرف چل پڑتے تھے۔ اس طرح گاؤں کی بے رنگ زندگی میں رونق آ جاتی تھی۔

''کبوترا'' لوگ لوک سرکس کا تماشا

لگاتے تھے اور یہ کام زیادہ تر عورتوں کا ہی ہوتا تھا۔ تنی ہوئی رسی پر اور دس دس گھڑے سر پر رکھ کر چلنا یا پیٹ کو گڑی ہوئی لکڑی پر رکھ کر پھرکی کی طرح گھومنا وغیرہ، یہ مناظر دیکھنے والے ہوتے تھے۔ اب یہ قبیلہ چھوٹے چھوٹے قصبوں کے نزدیک آباد ہو گیا ہے ان کی عورتیں ناچ گا کر پیسے اینٹھنے کے چکر میں رہتی ہیں، جب کہ مرد ٹھرا پی کر ماضی کو بھلانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔

بالیشاہی قبیلہ

۱۹۷۱ء کی پاک و ہند جنگ عروج پر ہے۔ جنگی جہاز دھاڑتے پھر رہے ہیں، ٹینکوں کی گڑگڑاہٹ بڑھتی چلی جا رہی ہے، گولیاں سنسناتی ہوئی اِدھر اُدھر سے گزر رہی ہیں۔ ان حالات میں راولپنڈی سے نکلا ہوا ایک قافلہ کراچی کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ قافلہ صدیوں سے موجود اپنے اسی راستے پر چلا جا رہا ہے جو سرحد کے قریب سے گذرتا ہے اور جہاں کسی زمانے میں دریائے ہاکڑو بہا کرتا تھا۔ اس قافلے میں ایک تو 'قلندر' جن کے ہاتھوں میں ریچھوں کی رسیاں ہیں۔ دوسرے 'کنجر' ہیں جن کے کاندھوں پر بندر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ نفسیاتی طور پر اب بھی زمانہ قدیم میں جی رہے ہیں، جب لڑائیوں میں خانہ بدوشوں کو چھیڑا نہیں جاتا تھا۔ اب یہ لوگ دیہاتوں اور شہروں میں ریچھ اور بندر نچانے اور آوارہ گردی میں مصروف پائے جاتے ہیں۔

سنیاسی قبیلہ

یہ دراصل مختلف خانہ بدوش قبیلوں کے افراد تھے جو جڑی بوٹیوں کی تلاش میں جنگل جنگل مارے مارے پھرتے تھے اور ان جڑی بوٹیوں سے لوگوں کے امراض کا علاج کرتے تھے۔ ان کو آپ لوک ڈاکٹر بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ خانہ بدوش گروہ اب صرف کہانیوں کا موضوع بن کر رہ گیا ہے۔

یہاں پہنچ کر یہ بات صاف ہو گئی ہے کہ یہ مسافر لوگ (خانہ بدوش) پاک و ہند کے کس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر ان کی لوک کتھاؤں، لوک گیتوں اور پیشوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گم شدہ دریائے ہاکڑو کا بایاں کنارا ان کا مرکز رہا ہے جو راجستھان، پنجاب، سندھ سے گذرتا ہوا گجرات کی سمندری پٹی تک چلا جاتا تھا۔ تو بھائی اب جھگڑا کس بات کا! ان کا تعلق تو چاروں صوبوں سے بنتا ہے۔

رہی بات یورپی جپسیوں کی، تو ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ یورپ میں جو جپسی پائے جاتے ہیں وہ دو طرح کے کام کرتے ہیں۔ ایک گروہ جرائم پیشہ ہے، جس کو آپ بخوبی 'کوچڑا' کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا گروہ سرکس کرتا ہے، جو یقیناً کبوترا قبیلہ ہے۔ اس بات کا تو شاید ان جپسیوں کو بھی پتا نہ ہو، جو اپنی شناخت ڈھونڈنے میں لگے ہوئے ہیں۔

(بشکریہ: NCS جریدہ)

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

یہ دشوار گزار پہاڑی سلسلوں میں بچھائی گئی ریلوے لائنوں میں سے ایک کا سفر ہے

مختار آزاد

سطح سمندر سے ہزاروں فٹ بلند بلوچستان کے درہ بولان اور صوبہ سرحد کے درہ خیبر کے دشوار ترین سلسلوں میں سے ریلوے لائن گزارنا اور اس پر ریل گاڑی دوڑانا وہ انسانی کارنامہ ہے جو آج کی جدید ترین ٹیکنالوجی کے بغیر سادہ مشینوں کے ذریعے سوا سو سال پہلے انجام دیا گیا۔ برطانوی دور حکومت میں کوئٹہ کو اہم قومی شہر قرار دیا گیا تھا۔ یہ انیسویں صدی کے آخری سال تھے جب یہاں ریلوے لائن بچھانے کا

فیصلہ کیا گیا۔ خیال تھا کہ اس طرح کوئٹہ کو کلکتہ سے ملا دیا جائیگا جس سے نہ صرف فوج کی نقل وحرکت میں آسانی ہوگی بلکہ یہاں سے انگور، سیب اور دیگر پھل بھی کلکتہ تک پہنچائے جا سکیں گے۔ 18 ستمبر 1887 کو وائسرائے کونسل نے اس تجویز کو قندھار

اسٹیٹ ریلوے کا نام دیا اور 21 ستمبر کو اس پر عمل درآمد کا حکم جاری کیا گیا' اور پھر صرف چار مہینوں میں ہی فوج کے لیے ریل کا پہلا سیکشن کھول دیا گیا۔ یہ ریلوے لائن اس وقت

کے ضلع دادو کے 'رک' ریلوے جنکشن سے بچھائی جانی شروع ہوئی اور صرف 101 دنوں میں یہ لائن سبی تک پہنچ گئی جہاں سے کوئٹہ تک کا سفر 215 کلومیٹر رہ گیا تھا۔ راستے ہموار تھے لہذا کام بھی تیزی سے ہوا ' لیکن آگے مشکلات منہ کھولے کھڑی تھیں۔

سبی سے کوئٹہ کے لیے درّہ بولان کے راستے سڑک تو موجود تھی لیکن جب لائن گزارنے کے لیے سروے کیا گیا تو ماہرین نے رپورٹ دی کہ درّے میں لائن بچھانا ممکن نہیں ہے کیونکہ چڑھائی بہت زیادہ ہے چنانچہ ہرنائی کے راستے لائن بچھانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس راہ میں متعدد دشواریاں پیش آئیں۔ قبائلی مسئلے تھے' رسد و وسائل کی فراہمی میں رکاوٹیں حائل تھیں۔ سڑک نہیں تھی اور ہیضے اور ملیریا جیسے وبائی امراض مزدوروں کی جانوں کے لیے خطرہ تھے اور بڑی تعداد میں لوگ ان کی نذر بھی ہوئے۔ پھر اسی راہ میں وہ مقام بھی آیا جو چھپر رفٹ کے نام سے معروف تھا اور جسے ریلوے انجینئرنگ کی تاریخ میں اہم مقام حاصل ہے۔ جب یہاں بچھائی گئی ریلوے لائن پر باقاعدہ سفر کا آغاز ہوا تو لوگ دور دراز علاقوں سے اس شاہکار کو دیکھنے کے لیے آنے لگے۔

جب ریلوے انجینئرز لائن بچھاتے ہوئے اس مقام تک پہنچے تو ان کی راہ میں ایک پہاڑ حائل تھا۔ پہاڑ میں سے لائن گزارنے کے لیے سرنگ کھودنے کی

ضرورت تھی، لیکن یہ ناممکن تھا کیونکہ پہاڑ بیچ میں سے کٹا ہوا تھا اور یوں لگتا تھا کہ صابن کی ٹکیا کو درمیان سے کاٹ کر دونوں ٹکڑے دور دور سرکا دیئے گئے ہوں۔ ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان گہرا خلا تھا۔ یہ بڑا دشوار مرحلہ تھا۔ بالآخر انجینئرز نے پہاڑ کے دونوں اطراف سے سرنگ کھود کر درمیان کے خلا کو آہنی پُل سے پاٹ دیا۔ پہاڑ کے پہلوؤں میں لوہے کی مضبوط سلاخیں گاڑی گئیں، اوپر لکڑی کے مضبوط تختے جوڑے گئے اور ان کے ذریعے بلندی تک پہنچنے کا کام لیا گیا۔ مزدور کمر میں رسے باندھ کر اوپر چڑھتے اور کام کرتے تھے۔ آخر کار کام مکمل ہوا۔

مارچ 1887ء کو پہلی ٹرین یہاں سے گزری تو عجیب نظارہ تھا۔ گاڑی آسمان کو چھونے والی پتھر کی ایک دیوار سے آہستہ آہستہ نمودار ہوتی اور پھر زمین سے سیکڑوں فٹ اونچا پُل پار کر کے دوسری پتھریلی دیوار میں داخل ہو کر دوسری سمت نکل جاتی۔ چھپر رفٹ سرنگ اور پُل بنانے والے انجینئرز کو اپنے اس کارنامے پر بہت ناز تھا۔ 27 مارچ 1887ء کو برطانوی تاجدار کے پرنس آف ویلز، جو بعد میں ڈیوک آف ونڈسر بھی کہلائے، نے اس شاہکار کا دورہ کیا۔ انہیں چاندی سے مکلف ریلوے کی ایک خصوصی ٹرالی پر بٹھا کر سیر کروائی گئی۔ ان کے دورے کے بعد چھپر رفٹ پُل کو ڈی لوئیس مارگریٹ برج کا نام دیا گیا، لیکن 1942ء میں یہ شاہکار حوادث زمانہ کے ہاتھوں تاریخ کی یاد بن کر رہ گیا۔ 11 جولائی 1942ء کو ایسی زوردار بارش ہوئی کہ ریلوے لائن اور پُل سیلابی ریلے میں بہہ گئے۔ قندھار اسٹیٹ ریلوے کا منصوبہ ختم ہوا اور یوں سندھ پشین اسٹیٹ ریلوے ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی۔ اس دوران چونکہ دوسری عالمی جنگ جاری تھی اور ہتھیار بنانے کے لیے لوہے کی سخت ضرورت تھی۔ لہذا چھپر رفٹ پُل کی نہ صرف پٹڑیاں اور سلیپریں اکھاڑ لی گئیں بلکہ شکستہ پل کو بھی اتار لیا گیا۔ کئی سال گزرے جب بی بی سی ٹیلی ویژن کے مارک ٹیلی نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس مقام کا دورہ کیا اور اسے کیمرے کی آنکھ سے دیکھ کر ہمیشہ کے لیے اپنی دستاویزی فلم میں محفوظ کر لیا۔

ایک طرف چھپر رفٹ پُل کا اختتام ہو رہا تھا تو دوسری طرف برطانوی تاجدار کو افغانستان پہنچنے کی جلدی تھی۔ جب بوستان کے مقام تک ریلوے لائن آ گئی تو مشہور زمانہ خوجک کی سرنگ کھودنے کا مرحلہ درپیش ہوا۔ درہ بولان کا یہ راستہ دشوار گزار پہاڑی راستہ تھا۔ 3912 میٹر طویل سرنگ کھودنا آسان نہیں تھا۔ ہرات، سیستان، قندھار، غزنی، کابل، جلال آباد، تبت، پنجاب، سوات اور کشمیر کے علاقوں سے مزدور بلوائے گئے۔ بڑھئی اور مستری کے کام کے لیے سکھ کاریگر آن پہنچے۔ اینٹیں بنانے کے لیے مزدور بنگال سے آئے اور برطانیہ سے وہ 65 کان کن بلوائے گئے جنہوں نے انگلستان اور ویلز کے درمیان دریائے سوزن میں زیرِ آب سرنگ کھودی تھی اور اس کام کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ 14 اپریل 1888ء کو خوجک کی سرنگ کھودنے کا آغاز ہوا۔ دو سال اور تین دن کی مسلسل محنت سے دونوں سرے آپس میں مل گئے۔ اس کے بعد سرنگ کی تعمیر شروع ہوئی۔ ریلوے ریکارڈ کے مطابق سرنگ کی تعمیر میں ایک کروڑ ستانوے لاکھ چونسٹھ ہزار چار سو چھبیس اینٹیں کام میں آئی تھیں۔ اس دوران ایک حادثہ بھی ہوا تاہم خوش قسمتی سے کوئی جان ضائع نہیں ہوئی۔ انجینئروں کو چونکہ اس بات کا علم نہیں تھا کہ پہاڑ کی کوکھ میں پانی کا ایک بڑا ذخیرہ بھی پوشیدہ ہے لہذا مزدور سرنگ کھودتے ہوئے وہاں تک پہنچے تو اچانک پانی کا ریلا

بہہ نکلا۔ سرنگ میں اندھیرے کا بھی راج تھا اور اتنی بڑی سرنگ میں روشنی کا معقول انتظام ممکن نہیں تھا۔ جبکہ اندھیرے میں کام جاری رکھنا بھی مشکل تھا۔ کافی سوچ بچار کے بعد انجینئروں نے سرنگ کے دہانے پر بہت بڑا آئینہ لگا دیا جس کا رخ سورج کی طرف کر دیا گیا سورج کی کرنیں اس سے ٹکرا کر سیدھی سرنگ کے اندر چلی جاتیں اور سرنگ کا تقریباً ایک میل کا حصہ روشن ہو جاتا۔

جب سرنگ کی تعمیر مکمل ہو گئی تو طویل عرصے تک سرنگ کے معائنے کے لیے روشنی کا یہی طریقہ استعمال کیا جاتا رہا۔ 30 ستمبر 1891ء کو خوجک کی سرنگ کا اختتام ہوا اور ریل گاڑی اس سے گزر کر قندھار کی سمت چلی۔ البتہ قلعہ چمن سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر جا کر گاڑی رک جاتی۔ 1893ء میں اس جگہ سر مارٹیمر ڈیورینڈ نے وہ تاریخی سرحد کھینچی جو آج تک ڈیورینڈ لائن کہلاتی ہے۔ انگریز تو خیر قندھار نہ جا سکے البتہ یہاں کے پھل برصغیر کے دور دراز حصوں میں پہنچ گئے۔ تقسیم برصغیر سے قبل ایک ریل گاڑی روزانہ چلتی تھی اور پھل برف میں لگا کر کلکتے اور مدراس بھیجے جاتے تھے۔

دوسرے عشرے میں امیر کابل وائسرائے ہند کی بھجوائی ہوئی خصوصی ریل گاڑی سے ہندوستان جا رہے تھے، جب گاڑی سرنگ میں داخل ہوئی تو سرنگ میں اندھیرا بڑھ گیا۔ یک دم اتنا اندھیرا دیکھ کر امیر گھبرا گئے اور انہوں نے زنجیر کھینچ دی اور گاڑی 20 منٹ تک سرنگ میں ہی کھڑی رہی۔

اردو ادب میں کلاسک کا درجہ حاصل کرنے والے ناول 'امراؤ جان ادا' کے مصنف مرزا ہادی رسواء ریلوے کے ملازم تھے' اور جب یہ ریلوے لائن بچھائی جا رہی تھی تو اردو ادب کا یہ عظیم مصنف اس کے سروے میں شریک تھا۔ خوجک کے راستے میں اس کے علاوہ دیگر پانچ سرنگیں بھی واقع ہیں انہی میں سے ایک شیلاباغ سرنگ بھی ہے' جس کی تصویر پانچ روپے کے کرنسی نوٹ کی پشت پر چھپی ہوئی ہے۔

صوبہ سرحد کے درہ خیبر کے دشوار ترین اور تنگ پہاڑی دروں میں ریلوے لائن بچھانے کا پہلا منصوبہ برطانوی دور حکومت میں دوسری افغان جنگ کے زمانے 79-1878ء میں پیش کیا گیا۔ تاہم 1901 تک صرف 14 کلومیٹر طویل لائن ہی بچھائی جا سکی۔ یہ ریلوے لائن پشاور چھاؤنی اور قلعہ جمرود کے درمیان بچھائی گئی تھی۔ درہ خیبر میں لائن بچھانے کا کام خاصا سست رہا۔ اس کا ذمہ دار ایک طرف افغان جنگ کو قرار دیا گیا تو دوسری طرف قبائلی بھی اس رکاوٹ کا اہم سبب تھے۔ مذکورہ ریلوے لائن میں خدمات انجام دینے والے برطانوی انجینئر وکٹر بیلے نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے:

''سرحد کے قبائلی سمجھتے تھے کہ یہ ریلوے لائن انہیں ختم کرنے کے لیے بچھائی جا رہی ہے اس لیے وہ اس کی مخالفت کرتے تھے۔'' تاہم برطانوی انتظامیہ نے قبائلیوں

اس چالیس کلومیٹر طویل سفر میں بانوے پُل اور چونتیس سرنگیں آتی ہیں جن کی مجموعی لمبائی پانچ میل کے لگ بھگ ہے

کو سمجھا بجھا کر ریلوے لائن آگے بڑھانے کے لیے ان کی رضامندی حاصل کر لی اور 1925ء تک لنڈی کوتل ریلوے لائن بچھانے کا کام مکمل کر کے اس کا رابطہ پشاور چھاؤنی کے ریلوے اسٹیشن سے قائم کر دیا گیا۔1926ء سے1932ء کے دوران اس لائن پر ہفتہ وار دو ریل گاڑیاں چلا کرتی تھیں۔اگرچہ یہ ٹرین سست رو ہوتی تھی تاہم چالیس کلومیٹر کا یہ سفر ملک کے دیگر شہروں اور سیاحوں کو انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے اوائل میں پہاڑی دروں کے درمیان گزرنے والی ٹرین کے ہمیشہ یاد رہ جانے والے سفر کی لذت سے آشنا کرتے تھے۔مگر اب یہ ریل گاڑی بند کی جا چکی ہے۔خیبر پاس کے دشوار گزار درّوں سے ریل گاڑی گزارنے کا کام کس قدر جان جوکھوں کا رہا ہوگا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 40 کلومیٹر طویل لنڈی کوتل پشاور ریلوے لائن کے اس سفر میں 92 پُل اور 34 سرنگیں آتی ہیں جن کی مجموعی لمبائی پانچ میل کے لگ بھگ بنتی ہے۔

دشوار گزار پہاڑی درّوں میں انسانی ہنرمندی کا یہ شاہکار آج بھی نہ صرف قابلِ دید ہے بلکہ لائقِ تحسین بھی ہے۔

روشنی والی مچھلیاں

بحرالکاہل کے بعض حصوں میں ایسی مچھلیاں پائی جاتی ہیں جن کی دُم خوب روشن ہوتی ہے اور اس سے 500 موم بتیوں کے برابر روشنی نکلتی ہے۔

ماحولیاتی انحطاط اور غربت...... چولی دامن کا ساتھ

حسن اختر رضوی/علی عمران آفاقی

پاکستان نے اکیسویں صدی میں جن مسائل اور چیلنجوں کے ساتھ قدم رکھا ہے ان میں سب سے اہم مسئلہ غربت اور سب سے بڑا چیلنج پائیدار ترقی کا حصول ہے۔ یہ صورت حال ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ نہ صرف اقتصادی ترقی کے ثمرات عام لوگوں تک پہنچائیں بلکہ اس بات کو بھی یقینی بنائیں کہ قدرتی وسائل کو دانشمندانہ طور پر احتیاط کے ساتھ استعمال کیا جائے۔

اس بات سے شاید ہی کوئی اختلاف کرے کہ پاکستان کو شدید غربت کا سامنا ہے اور اگر اسے ''ام المسائل'' کہیں تو بے جانہ ہوگا۔ 2001-02ء کے پاکستان کے اقتصادی جائزے (اکنامک سروے آف پاکستان) کے مطابق ملک کی کل آبادی کا تقریباً 32 فیصد حصہ خوراک کی کمی کا شکار ہے اور یہ لوگ غربت کی سطح سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ 1988ء میں یہ شرح 26 فیصد تھی۔ اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (یو این ڈی پی) کی طرف سے 2002ء میں انسانی ترقی پر جاری رپورٹ کے مطابق پاکستان کے تقریباً 44 فیصد لوگ خطِ افلاس سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ ان اعداد و شمار سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ پاکستان کی آبادی کے ایک بڑے حصے کو نہ صرف مناسب مقدار میں خوراک میسر نہیں بلکہ وہ زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہیں۔ پاکستان کی تقریباً 65 فیصد آبادی ملک کے دیہی علاقوں میں رہتی ہے اور یوں غربت زدہ افراد کی بھاری اکثریت (تقریباً دو تہائی حصہ) بھی ملک کے دیہی علاقوں میں ہی قیام پذیر ہے۔

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ غربت کی وجہ سے ماحول پر منفی اثرات پڑتے ہیں اور وہ تنزلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بات درست نہیں۔ کم از کم اب تک تحقیقات کی روشنی میں اسے کلیے کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ماحول کے انحطاط سے غربت میں اضافہ ضرور ہوتا ہے اور اس ضمن میں ہونے والی تمام تر تحقیقات سے یہ بات مسلّم ہے کہ ماحولیاتی بگاڑ اور غربت دونوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ماحول کو نظر انداز کر کے ترقی کے لئے کئے گئے اقدامات کا نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات کے مثل رہا، کہ نہ تو ترقی میں پائیداری نظر آئی اور نہ ہی قدرتی وسائل پر بڑھتا ہوا دباؤ کم ہوا بلکہ ماحولیاتی انحطاط میں تیزی آتی گئی اور غربت پھلتی پھولتی رہی۔ اس سے یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے کہ ماحولیاتی حالات اور غربت کے درمیان باہمی تعلق پر توجہ نہیں دی جا رہی۔ غربت کی شراکتی تشخیص (پارٹی سپیٹری پاورٹی اسسمنٹ) سے یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے کہ ماحولیاتی تنزلی کے سب

سے زیادہ منفی اثرات غریب لوگوں ہی پر پڑتے ہیں اور یوں ان کی غربت اور افلاس میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ طبقہ معاشی ابتری کی وجہ سے قدرتی وسائل کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرنے پر زیادہ انحصار کرتا ہے اور جب وہ قدرتی وسائل انحطاط سے دوچار ہوتے ہیں تو یہ بھی اس عمل سے اتنے ہی زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم اپنے بیش بہا قدرتی وسائل کو لاپرواہی سے بے دریغ انداز میں استعمال کرنا شروع کر دیں اور ماحولیاتی بگاڑ پر توجہ دیئے بغیر ترقی کے لئے اقدامات کریں تو اس سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔ اگر قدرتی وسائل کی بقا اور ان پر انحصار کرنے والے لوگوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو ایسے میں اقتصادی ترقی کے لئے کئے جانے والے تمام تر اقدامات قدرتی وسائل کی تنزلی کے عمل کو تیز تر کر دیتے ہیں۔ اس حقیقت کو صرف تحفظ ماحول کے علمبرداروں کا نعرہ قرار دے کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ اب یہ وہ مستند حقیقت ہے جسے وسائل کے تحفظ اور معاشی ترقی کے لئے بطور معیار دنیا بھر کے انتہائی محتاط ماہرین معاشیات بھی تسلیم کرنے لگے ہیں۔

بقائے ماحول کی عالمی انجمن آئی یو سی این علمی عوامل پر انحصار کرنے اور اپنی عملی اور تحقیقی کاوشوں کی بدولت ماحولیاتی تنزلی اور غربت میں اضافے کے درمیان قائم انتہائی پیچیدہ رشتے سے بخوبی واقف ہے۔ آئی یو سی این پاکستان کو اس بات کا یقین ہے کہ اگر ہم ماحولیاتی تباہی کو روک نہ سکے تو پاکستان نئی صدی کے ترقیاتی اہداف کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکے گا اور ان اہداف میں سب سے اہم مقصد 2015ء تک غربت کی شرح کو کم کر کے نصف تک لانا ہے۔ یہ آئی یو سی این کا ادراک ہے کہ جس کی بدولت وہ ماحولیاتی عوامل کو پاکستان کی غربت میں کمی کی کلیدی دستاویز (پاکستان پاورٹی ریڈکشن اسٹریٹجی پیپر) میں شامل کرانے میں کامیاب ہو سکی۔ اس دستاویز میں غربت میں کمی کے قومی پروگرام کا ایک خاکہ پیش کیا گیا ہے اور یہی دستاویزات بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) اور عالمی بنک سے قرضوں کی فراہمی کی بنیاد بنتی ہے۔ عالمی بنک اور بین الاقوامی فنڈ ان دستاویزات (پی آر ایس پی) کی سفارشات کو غربت اور اس کے خاتمے کے لئے متعلقہ ملک کے بارے میں تجویز کردہ اصلاحی اقدامات کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

2001ء میں پاکستان کی وفاقی وزارت خزانہ نے عبوری پی آر ایس پی تیار کی جس میں وزارت ماحولیات کی طرف سے کسی بھی قسم کی تجاویز یا دستاویزات کو شامل نہیں کیا گیا۔ دوسری بات یہ کہ اس عبوری دستاویز کی تیاری میں شراکتی پہلو بھی بہت ناقص اور کمزور تھا۔ اس ہنگامی طور پر تیار کی گئی دستاویز کا اہم مقصد غربت میں کمی کے ترقیاتی فنڈ کے تحت بریٹن بوڈ کے اداروں سے رعایتی رقوم کا حصول اور عطیات فراہم کرنے والے دوسرے بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے ساتھ بہتر انداز میں مذاکرات کرنا تھا۔

ملک میں غربت کے خاتمے یا کمی کے لئے تیار کردہ اس عبوری دستاویز یعنی پی آر ایس پی پر کی جانے والی تنقید میں تین خامیوں کی نشاندہی کی گئی۔

☆ ماحولیاتی پہلو تقریباً نہ ہونے کے برابر
☆ صنفی عوامل کا انتہائی محدود بیان
☆ روزگار کے مواقع کی تلاش کے پہلوؤں پر مناسب توجہ کا فقدان

غربت کے خاتمے کو عملی اقدامات کی نظروں سے دیکھنے والے بعض ماہرین ان تجاویز کو ناکافی سمجھتے ہوئے ان میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ ان کے مطابق......

1- آئی پی آر ایس پی کی تیاری میں شراکتی پہلو کو محض برائے نام اہمیت دی گئی ہے اور......

۲- یہ دستاویز در حقیقت بعض پہلے سے موجود تجاویز، شرائط اور غربت میں کمی کے محض چند

پہلوؤں کو ذہن میں رکھ کر تیار کی گئی ہے لہٰذا اس کا منطقی نتیجہ غربت میں کمی کے بجائے اس میں اضافے کا سبب بن جائے گا۔اس ضمن میں لہٰذا اسٹرکچرل ایڈجسمنٹ فنڈ (ای ایس اے ایف) اور اس کی بعض شرائط کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

غربت میں کمی کے لئے مناسب دستاویزی خاکے کی اہمیت کے پیش نظر یو آئی سی این پاکستان نے اس سلسلے میں اپنی متعین کردہ حکمت عملی میں کچھ ردوبدل کیا اور وفاقی وزارت ماحولیات کے ساتھ مل کر کام کرتے ہوئے دیگر اداروں اور وزارتوں سے بھی اشتراک عمل کی درخواست کی۔ان اداروں میں وزارت خزانہ،پلاننگ کمیشن، دی پاکستان انوائرنمنٹ ڈونرز کوآرڈینیشن گروپ (یہ گروپ سیڈا CIDA اور یو این ڈی پی کی مشترکہ صدارت کے تحت کام کرتا ہے) ڈی ایف آئی ڈی پاکستان اور ڈی ایف آئی ڈی ہیڈکوارٹر شامل ہیں۔

ان کوششوں کے نتیجے میں آئی یو سی این پاکستان ڈی ایف آئی ڈی اور وزارت خزانہ کے مابین اس بات پر اتفاق رائے ہو گیا کہ ماحولیاتی معاملات کو پی آر ایس پی میں شامل کرنے کے لئے آئی یو سی این کی طرف سے وزارت خزانہ کو تکنیکی تعاون فراہم کیا جائے گا۔اس سلسلے میں ڈی ایف آئی ڈی کے تحت آئی یو سی این انوائرنمنٹل ریسورسز مینجمنٹ (برطانیہ) اور جی ایچ کے انٹرنیشنل لمیٹڈ برطانیہ کا ایک کنسورشیم قائم کیا گیا تا کہ ماحولیاتی معاملات کو پی آر ایس پی میں مناسب طور پر شامل کیا جاسکے۔اس طرز کے معاہدے سیڈا اور آئی ایل او (انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن) نے بھی صنفی پہلوؤں اور ملازمتوں کے مواقع پیدا کرنے کے لئے کام کرنے والے مشاورتی اداروں کے ساتھ کیے تا کہ ان دو اہم پہلوؤں کو بھی پی آر ایس پی میں مناسب طور پر شامل کیا جاسکے۔

انوائرنمنٹ کنسورشیم نے صنفی انضمام اور ملازمتوں کے مواقع پیدا کرنے والے مشاورتی گروپوں کے ساتھ رابطے شروع کر دیئے تا کہ ان معاملات کو ایک مشترکہ حکمت عملی کی صورت دی جا سکے۔اس ماحولیاتی کنسورشیم کے تحت آئی یو سی این پی آر ایس پی کے مشاورتی عمل کو چاروں صوبوں شمالی علاقہ جات اور آزاد کشمیر لے گئی اور صلاح و مشورے کے بعد اس عمل میں متعلقہ حکومتوں کے علاوہ وفاقی حکومت کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ان تمام مذاکرات میں عوامی نمائندوں اور این جی اوز کو بھی اظہار رائے کے یکساں مواقع دیئے گئے۔

ابھی ان مذاکرات اور مشاورتوں کا سلسلہ جاری تھا کہ وزارت ماحولیات نے پی آر ایس پی میں ماحول اور غربت کے تعلق پر ایک علیحدہ سیکشن کی تجویز پیش کی۔وزارت خزانہ کو اس تجویز پر کوئی اعتراض نہیں تھا تاہم ان کی زیادہ دلچسپی ماحول اور غربت کے تعلق کے اشاریوں سے تھی اور وہ چاہتے تھے کہ ان اشاریوں کو مرتب کر کے انہیں باقاعدگی سے پرکھا جائے۔ادھر آئی یو سی این اور اس کے حلیف پی آر ایس پی میں ماحولیات کو مکمل طور پر شامل کروانے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے تینوں نقطہ ہائے نظر کو شامل کرنے پر اتفاق رائے ہو گیا لیکن چونکہ ابھی تک شعبہ جاتی اعداد و شمار اور معلومات پوری طرح سے اس میں شامل نہیں تھے اس لئے ابتدائی طور پر ماحول کے علیحدہ جزو اور اشاریوں کو مرتب کیا گیا ہے۔اب آئی یو سی این پاکستان، پی آر ایس پی کے مکمل مسودے (بشمول شعبہ جاتی حوالوں کے) ماحولیات کی کلیدی جانچ (اسٹریٹجک انوائرنمنٹ اسسمنٹ) کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔یوں آئی یو سی این اور اس کے حلیفوں کا یہ مقصد پورا ہو جائے گا کہ ماحولیات کے تمام پہلوؤں اور معاملات کو پی آر ایس پی میں جاری و ساری رہنا چاہئے۔

☆☆☆☆

گھر کا سکون شوہر یا بیوی

کیا آپ اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن ہیں؟ اور آپ کا مزاج بدلتے ہوئے زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے؟

ڈاکٹر سلمٰی ممتاز

آج کی دنیا بڑی عجیب ہے یہ ایک بھاگتی ہوئی دنیا ہے۔ اس میں ازدواجی دنیا کی مسرتیں کسی وقت بھی کھو سکتی ہیں۔ شادی کے ابتدائی دنوں کی تصویریں دیکھ کر میاں بیوی سوچتے ہیں کہ کہاں گئے وہ دن اور مسکراہٹیں جو ہمیں ایک دوسرے کے چہروں پر نظر آتی رہتی تھیں۔ اب یہ اکثر دیکھنے میں آیا کہ شروع میں تو ہر جوڑا خوش اور مطمئن ہوتا ہے لیکن کچھ عرصے بعد وہ اکثر ایک دوسرے سے ایسے لاتعلق ہو جاتے ہیں کہ جیسے اجنبی ہوں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی بُرا نہیں ہوتا۔ ان کے پاس اپنی استطاعت کے مطابق گھر ہوتا ہے۔ بچے ہوتے ہیں حتیٰ کہ آپس میں محبت بھی ہوتی ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ اب یہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر اپنا وقت کم گزارتے ہیں۔ شام گزر جاتی ہے خاموشی کے ساتھ۔ ایسے ہی کرتے کرتے یہ ایک دوسرے سے لاتعلق ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے اپنے خول میں بند اپنے ہی لمحوں میں مگن دونوں ایک ہی گھر میں ہوتے ہوئے اپنی اپنی دنیا میں بس رہے ہوتے ہیں۔

غلط فہمیوں کا ازالہ

ازدواجی رشتے میں منسلک ہونے کے بعد میاں بیوی کے درمیان زیادہ تر غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو بعد میں اختلافات کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ ان اختلافات کی حقیقت جان کر آپ ان کا مداوا کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے زیادہ ذہنی ہم آہنگی پیدا کر کے آپ ایک دوسرے کے قریب ہو سکتے ہیں۔

میاں بیوی کو ایک گاڑی کے دو پہیے کہنا اگرچہ بہت پرانی بات ہے تاہم سچ تو یہ ہے کہ ہمارے معاشرے پر کل بھی یہ بات درست بیٹھتی تھی اور آج بھی۔ یہ دنیا کے اس نازک ترین اور خوبصورت بندھن پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ مردوں کی لغت کے اعتبار سے ہر عورت حاکم شوہر کو پسند کرتی ہے کیونکہ محکومیت اس کی سرشت میں رچی بسی ہوتی ہے۔ اس بارے میں دلیل یہ دی جاتی ہے کہ عورت بچپن سے ہی حاکمانہ ماحول میں پلتی بڑھتی ہے اور شادی ہونے تک باپ بھائیوں وغیرہ کے احکامات اس پر صادر ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا وہ اس کی عادی ہو جاتی ہے اور شادی کے بعد بھی مرد کی حاکمیت کی خواہش مند رہتی ہے مگر یہ تو اب پرانی بات ہو گئی ہے۔ آج کے دور میں اس دلیل کو بہت سے لوگ تسلیم نہیں کرتے اور کچھ خواتین کا خیال ہے کہ محبت میں سر تسلیم خم کرنے کو جذبہ محکومیت کے مترادف قرار دینے سے زیادہ شرمناک بات کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ پچھلے زمانے میں تو یہ سب ممکن تھا کیونکہ عورتیں صرف چار دیواری میں محدود تھیں اور مرد ہی ان کا واحد سہارا ہوتا تھا۔ مگر

آج کے حالات یکسر مختلف ہیں۔عورت ماضی کی طرح بے یارومددگار نہیں ہے بلکہ اسے زندہ رہنے اور اپنے طور پر زندگی گزارنے کا فن آ گیا۔وہ مرد کی حاکمیت کو ایک مناسب حد تک تو پسند کرتی ہے لیکن اگر معاملہ حد سے گزرنے لگے تو احتجاج کرنے سے باز نہیں رہتی۔یہیں سے ساری خرابی پیدا ہوتی ہے کیونکہ اب کے دور کی عورت اپنے موقف پر ڈٹ جاتی ہے اور مرد اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔اس بدلتے ہوئے زمانے میں دونوں میاں بیوی کو چاہئے کہ ٹھنڈے دماغ سے ایک دوسرے کی باتوں پر مکمل دھیان دیں اور غور کریں یعنی اگر شوہر اپنی کوئی بات منوانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ بیوی کی باتوں کو بھی اہمیت دے۔اسی طرح بیوی کا بھی فرض ہے کہ وہ شوہر کے احترام کا پورا پورا خیال رکھے۔

ایک اچھے شوہر کی ذمہ داریاں

ایک اچھا شوہر ہونے کی حیثیت سے آپ پر کافی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کیونکہ ایک شوہر ہی پورے خاندان کا سربراہ ہوتا ہے۔اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنی بیوی کی پسند و ناپسند معلوم کریں۔یہ جاننے کی کوشش کریں کہ وہ آپ سے کیا چاہتی ہے۔فرض کیا آپ کی بیوی چاہتی ہے کہ آپ اس کے کام میں اس کی مدد کریں اس کا ہاتھ بٹائیں۔اس طرح اسے کمپنی بھی ملے گی اور نفسیاتی سکون بھی ملے گا۔آپ یقین کیجئے کہ اس سے آپ کی بیوی بہت خوش ہوگی۔عام طور پر شوہر یہ سمجھتے ہیں کہ امور خانہ داری صرف بیویوں کی ذمہ داری ہے اور شوہروں کا کام گھر سے باہر تک ہی ہے۔سوچ کا یہ انداز بالکل غلط ہے گھر کی ذمہ داریاں ایک ٹیم کی طرح پوری کریں کیونکہ گھریلو امور جس طرح عورت کی ذمہ داری ہیں اسی طرح شوہر کی بھی ہیں۔یاد رکھیے آپ کی شریکِ زندگی آپ کو مخلص شریک حیات ہی تصور نہیں کرتیں بلکہ وہ آپ کو اپنا شریک کار بھی بنانا چاہتی ہیں۔اس کے علاوہ آپ کی بیوی کو جسمانی سے زیادہ جذباتی لگاؤ کی ضرورت ہوتی ہے۔جو مرد اپنی بیویوں سے کم بولتے ہیں ان کی گفتگو پر توجہ نہیں دیتے انہیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ بیویاں شوہر کی آواز سننے کے لئے بے تاب رہتی ہیں۔اسی طرح وہ چاہتی ہیں کہ آپ کی اولین ترجیح بن کر رہیں اور تمام معاملات میں آپ ان سے مشورہ لیں۔یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی بڑے بڑے اختلافات کا باعث بنتی ہیں۔ایک اچھا شوہر ہونے کے ناطے آپ کا یہ فرض بنتا ہے کہ ان سب باتوں پر توجہ دیں۔

ایک اچھی بیوی کی ذمہ داریاں

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اگر خدا کے بعد کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو بیوی شوہر کو سجدہ کرتی۔اسی بات سے اندازہ لگا لیں کہ شوہر کا رتبہ کتنا بڑا ہے۔یہاں میں آپ کو یہ بتانا چاہوں گی کہ بے شک آپ کے شوہر میں بہت سی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے آپ کو تکلیف کا سامنا رہتا ہے لیکن آخر کار وہ آپ کا شوہر ہے جس کا رتبہ یونہی افضل قرار نہیں دیا گیا۔اس کے پیچھے کئی وجوہات ہیں۔بیوی پر واجب ہے کہ وہ مرد کی فرماں بردار رہے اور اس کا ہر جائز حکم مانتی رہے اور جب وہ باہر سے آئے تو بیوی کا فرض ہے کہ وہ اس کا خیال رکھے کیونکہ یاد رکھئے کہ اگر آپ گھر سنبھالتی ہیں تو وہ سارا دن باہر کام کر کے تھکا ہارا آتا ہے۔اس کے علاوہ ہزاروں قسم کی پریشانیاں اور الجھنیں اس کے درپے رہتی ہیں۔اس لئے شوہر جب باہر سے آئے تو آپ کو اس کا مکمل خیال کرنا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ اس کی پریشانی کو سمجھیں اور اس کے حل میں اس کے ساتھ شریک ہوں۔اس کے بعد اگر آپ کو کوئی پریشانی ہے تو انتہائی تحمل سے بتایئے۔اگر آپ شوہر کا خیال رکھیں گی تو وہ بھی آپ کا پورا پورا خیال رکھے گا۔

شوہر خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو بیوی کا فرض ہے کہ اس کا مزاج اچھی طرح پہچان لے کیونکہ یہ مثال تو آپ نے سنی ہو گی کہ شوہر شناسی دراصل خدا شناسی ہے اور جو بیویاں اس بات کا خیال رکھتی ہیں وہ خود مطمئن رہتی ہیں اور ان کا گھر بھی جنت بنا رہتا ہے۔یہاں میں عقل مند بیویوں سے یہی کہوں گی کہ خود کو مسئلہ بنانے یا شوہر پر مسئلہ بن جانے کا الزام دھرنے کی بجائے مسئلے کا حل بننے اور چیزوں کو احسن اور مثبت طریقے سے دیکھنے کی کوشش کریں۔کیونکہ مسائل کا حل ہی ایک بہترین اور کامیاب ازدواجی زندگی کی کنجی ہے۔اگر آپ چاہتی ہیں کہ شوہر آپ سے خوش رہے تو آپ کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنا ہوگا۔شوہر کی نیک خواہشات کا احترام سلیقہ مندی اور انسیت کے ساتھ کرنا بھی تعلقات میں بہتری کا سبب بنتا ہے۔بیوی صاف ستھری اور سنور کر رہے بلکہ گفتگو، رہن سہن اور امور خانہ داری سے بھی اس کا گہرا واسطہ ہونا چاہئے۔یہ سب ایک اچھی بیوی ہونے کی حیثیت سے آپ کا فرض بنتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے اچھا خزانہ نیک بخت بیوی ہے کہ خاوند اس کے دیکھنے سے خوش ہو جائے اور جب خاوند کوئی کام اس کو بتائے تو حکم بجا لائے اور جب خاوند گھر پر موجود نہ ہو تو عزت و آبرو تھامے بیٹھی رہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے بیبیو! تم یاد رکھو کہ تم میں جو نیک ہیں وہ نیک لوگوں سے پہلے جنت میں جائیں گی۔اس لئے آپ کو چاہئے کہ کبھی ناشکری نہ کریں اور صبر و تحمل سے کام لیں۔سمجھدار بیویوں کو کچھ بتانے کی ضرورت تو نہیں وہ خود ہی نیک و بد کا ادراک رکھتی ہیں۔لیکن پھر بھی میں نے بعض باتیں بیان کر دی ہیں۔چند چھوٹی چھوٹی باتیں جس سے آپ اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار بنا سکتی ہیں، درج ذیل ہیں۔

توجہ کا احساس

اچھی اچھی اور خوشی کی باتوں میں ایک دوسرے کو سرپرائز دیں اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ آپ کو اپنے ساتھی کا خیال رہتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ تنہائی میں بھی ساتھی کی ذات پر آپ کی توجہ رہتی ہے۔یہ توجہ کا احساس طرفین میں یگانگت کا خوب صورت احساس جگاتا ہے۔اب یہ سرپرائز کیسے دیا جائے یہ دونوں کی ذہنی صلاحیت اور مالی پوزیشن پر ہے۔

سیر و تفریح

اپنی مصروفیات میں سے وقت نکالیں ایسا وقت جس میں آپ جو چاہیں کر سکیں۔یہ ضروری نہیں ہے کہ کہیں جائیں، کسی بھی جگہ جا بیٹھیں جہاں اس وقت جی چاہ رہا ہو جہاں صرف آپ دونوں اکٹھے وقت گزار سکیں۔

ہلکا پھلکا ہنسی مذاق

شادی کے بعد اکثر جوڑے ایک دم سنجیدہ ہونے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔وہ اپنے اندر کی ظریفانہ فضا کو روکتے ہیں جبکہ جوڑوں کے لئے تھوڑا بہت ہنسی مذاق نہایت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ہنسی مذاق یا شرارت وغیرہ کرنا اور ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتیں بے تکلفی بڑھاتی ہیں اور فضا کو مکدر نہیں ہونے دیتیں۔

اس کے علاوہ جوڑوں کو چاہئے کہ وہ کبھی کبھی ساتھ بیٹھ کر خوشگوار انداز میں باتیں کریں۔کسی ایک بات کی مشترکہ پسندیدگی اور اس پر ایک ساتھ ہنسنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کے مزاج میں قدر مشترک ہے۔ایک ساتھ رہنے کے لئے قدر مشترک ضروری ہوتی ہے اسے مزاج کی ہم آہنگی بھی کہتے ہیں۔

کچھ مزے دار

نسرین اختر

ایگ رول

اشیاء:

انڈے	3عدد
قیمہ	125 گرام ابلا ہوا
پیاز	3 چھوٹے چمچ (کچلا ہوا)
میدہ	3 بڑے چمچ
کارن فلو	2 چھوٹے چمچ
سویا ساس	2 چھوٹے چمچ
آئل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:

قیمے میں پیاز، سویا ساس، نمک اور کارن فلو اچھی طرح ملا لیں اور اسے پانچ برابر حصوں میں تقسیم کر کے رکھ لیں۔انڈے خوب پھینٹ کر ان میں چٹکی بھر نمک ملائیں اور پھینٹے ہوئے انڈوں کا پانچواں حصہ ڈال کر جلدی سے پھیلا دیں کہ روٹی کی طرح بن جائے۔جب انڈہ سرخ ہونے لگے تو نکال کر رکھ لیں۔اس طرح انڈے سے پانچ روٹیاں سی بنا لیں۔اب انڈے کی ہر روٹی پھیلا کر اس پر قیمہ رکھیں اور کنارے سے لپیٹ کر رول بنا لیں۔میدے کے تین بڑے چمچ پانی میں گھول لیں۔اس پیسٹ سے رول کا منہ بند کر دیں۔انہیں مزید تلیں پھر نکال کر رول کو پانچ حصوں میں کاٹ لیں۔ٹماٹو ساس کے ساتھ پیش کریں۔

نمک پارے

اشیاء:

میدہ	ایک پاؤ
نمک	حسب ذائقہ
گھی	حسب ضرورت
سیاہ مرچ	نصف مرچ
دودھ	میدہ گوندھنے کے لئے

ترکیب:

میدہ میں نمک ملا لیں پھر دو تین چمچے گھی کے میدہ میں ملا لیں۔آٹے کو دودھ کے ساتھ گوندھ لیں پھر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا کر بیلن پر بیل لیں۔اب اس کو ترچھے چھری کے ٹکڑے کے ساتھ کاٹ لیں۔پھر گھی میں تل لیں، لیجئے بازار سے کئی گنا ذائقہ دار نمک پارے بنیں گے۔اگر پسند کریں تو ان میں اجوائن یا کالی مرچ پیس کر ڈال سکتی ہیں۔شام کی چائے کے ساتھ مزے دار ڈش ہے۔

شگوفے

مبین یونس

☆ باپ بیٹے سے: بتاؤ مکھی اور مچھر میں کیا نمایاں فرق ہے۔

بیٹا: دونوں ڈاکٹر ہیں۔

باپ: وہ کیسے؟

مکھی معائنہ کرتی ہے اور مچھر انجکشن لگاتا ہے۔

☆ ایک افیمی کی بکری گم ہوگئی۔ بڑی تلاش کی مگر نہ ملی۔ آخرکار جب وہ رات کو گھر گیا تو دیکھا کہ بکری سامنے بندھی تھی۔ اس نے غصے میں آ کر بکری کو ذبح کیا۔ اس کا گوشت خود بھی کھایا اور دوستوں کو بھی کھلایا۔ صبح ہوئی تو دیکھا بکری بندھی ہوئی تھی اور کتا غائب تھا۔

☆ استاد صاحب کلاس میں آئے تو دروازے میں کسی کی کتاب پڑی تھی۔

استاد: یہ کتاب کس کی ہے؟

شاگرد: جناب مولانا حالی کی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک بیوقوف کی آواز بہت سریلی تھی۔ لوگوں نے کہا مینار پر چڑھ کر اذان دو۔ بیوقوف مینار پر چڑھ کر رونے لگا۔ لوگوں نے پوچھا کیوں روتا ہے۔ کہنے لگا مجھے ڈر لگتا ہے کہ اگر مینار گر گیا تو میں نیچے کیسے اتروں گا۔

☆ ڈاکٹر: میں مریض کی آنکھ دیکھ کر مرض بتاتا ہوں، دیکھو تمہاری بائیں آنکھ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں تپ دق ہے۔

مریض: ڈاکٹر صاحب میری یہ آنکھ مصنوعی ہے۔

☆ کنجوس کے بیٹے نے سو روپیہ نگل لیا۔ کنجوس اسے بنک میں لے گیا اور کہا اسے میرے اکاؤنٹ میں جمع کر لیں۔ اس کے پیٹ میں سو روپے ہیں۔

☆☆☆

☆ بہادری

ایک عورت ایک ڈینٹل سرجن کے کمرے میں داخل ہوئی اور محبت سے بولی۔ ''مجھے بہت جلدی ہے' ڈاکٹر صاحب! آپ کو ایک دانت فوراً نکالنا ہے' براہ کرم اپنی فیس بتا دو۔''

ڈاکٹر نے فیس بتائی تو عورت نے کہا۔ ''یہ تو بہت زیادہ ہے۔''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''اس میں میری اپنی فیس کے علاوہ جلد کو سن کرنے والی ادویات کی قیمت بھی شامل ہے۔''

عورت نے کہا ''آپ ادویات کو چھوڑیں اور یونہی دانت نکال دیں۔''

ڈاکٹر نے حیرت سے کہا۔ ''آپ جیسی بہادر عورت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔''

''دانت میرا نہیں میرے شوہر کا نکالنا ہے' وہ باہر بیٹھا ہوا ہے۔'' عورت نے کہا۔

ہماری دستاویزی فلمیں

نمبر شمار	نام	دورانیہ
1	علامہ اقبال 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ
2	آرکیٹیکچر ان پاکستان 35MM/VHS	20 منٹ
3	آرٹ اِن پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ
4	برتھ آف پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ
5	کلچرل ہیریٹیج آف پاکستان (اردو) 35MM/Betacam	20 منٹ
6	چلڈرن آف پاکستان 35MM/VHS/U.Matic	20 منٹ
7	کری ایٹو ہینڈز (انگلش) 35MM/U.Matic	30 منٹ
8	گندھارا آرٹ (انگلش) 35MM/U.Matic	20 منٹ
9	گریٹ ماؤنٹین پاسز اِن پاکستان (انگلش) 35MM	20 منٹ
10	گرین ٹرٹل ان پاکستان (اردو، انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	10 منٹ
11	جرنی تھرو پاکستان (اردو، انگلش) 35MM	20 منٹ
12	لیکس اِن پاکستان (اردو) 35MM	30 منٹ
13	مونومنٹس آف پاکستان (اردو) 35MM/VHS	20 منٹ
14	موہن جوڈرو (انگلش) 35MM	20 منٹ
15	مائنارٹیز اِن پاکستان (انگلش، اردو) 35MM/UHS/U.Matic	20 منٹ
16	ہیریٹیج کسٹمز 35MM/VHS	20 منٹ
17	وائیلڈ لائف اِن پاکستان (اردو) 35MM	30 منٹ
18	مرزا غالب (اردو) 35MM/VHS	80 منٹ
19	پاکستان، پاسٹ اینڈ پریذنٹ (انگلش) 35MM/VHS	30 منٹ
20	پاکستان۔اے پورٹریٹ (انگلش) VHS/U.MATIC.35MM	30 منٹ
21	کارپٹس (اردو) 35MM	20 منٹ
22	پی ایم اے کاکول (اردو) 35MM/U.Matic	30 منٹ
23	پاکستان پینوراما (اردو، انگلش، عربی) 35MM/U.Matic	20 منٹ
24	ویلی آف سوات (اردو) 35MM	20 منٹ
25	پاکستان سٹوری (اردو) VHS/35MM	70 منٹ
26	پاکستان لینڈ اینڈ اِٹس پیپلز (انگلش) 35MM	30 منٹ
27	پاکستان پرامزنگ لینڈ (انگلش) 35MM/U.Matic	50 منٹ
28	قائداعظمؒ (اردو) 35MM/VHS	30 منٹ
29	سوہنی دھرتی۔پاکستان (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	30 منٹ
30	سینک بیوٹی آف پاکستان (اردو) 35MM	20 منٹ
31	انڈس۔دی ریور آف ہسٹری (اردو) 35MM	20 منٹ
32	انڈسٹریل گروتھ آف پاکستان 35MM	20 منٹ
33	ناردرن ایریاز (انگلش) 35MM	30 منٹ
34	جیم اینڈ جیولری (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	20 منٹ

بطہ برائے خریداری

نیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز، بی۔ ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد۔ پاکستان: فون 051-9202776 فیکس: 051-9206828

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/=	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	95/=	$-04
3	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	95/=	$-04
4	قائداعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	425/=	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/=	$-17
6	اقوال قائدؒ (مجلد/پیپر بیک)	انگریزی	50/=	$-03
7	جناح اور ان کا دور (از عزیز بیگ)	انگریزی	250/=	$-10
8	پاکستان۔ فرام ماؤنٹینز ٹو سی (از محمد امین۔ ڈنکن ویلِس۔ گراہم ہنکاک)	انگریزی	650/=	$-20
9	پاکستان۔ چینی مصوروں کی نظر میں (ین یگ اینڈ ٹو ہوا)	انگریزی، عربی فرانسیسی، چینی	500/=	$-20
10	پاکستان ہینڈی کرافٹس	انگریزی	100/=	$-04
11	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (چھ جلدیں)	انگریزی	450/=	$-17
12	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (پیپر بیک) (چھ جلدیں)	انگریزی	400/=	$-15
13	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹج آف پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
14	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
15	وحدت افکار (علاقائی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/=	$-04
16	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/=	$-01
17	پاکستان پکٹوریل (دوماہی)	انگریزی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	$-35 سالانہ
18	المصورہ (دوماہی)	عربی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	$-35 سالانہ
19	سروش	فارسی	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	$-20 سالانہ
20	ماہ نو (ماہنامہ)	اردو	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	$-20 سالانہ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی۔ ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد۔ پاکستان: فون 051-9202776 فیکس: 051-9206828